نعتیہ روایت
اور
ہندوستان میں اردو نعت گوئی

(مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے عہد تک)

......☆ مصنف ☆......

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی

......☆ اِنتسابُ ☆......

اپنے ممّی پاپا

اُن کی بہو سمیّہ ثمرین

اور

اُن کی پوتیاں مصفّا اور مزّ کا

کے نام

مُشاہدؔ

حرفے چند

بفضلِ خدا و رسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) 2/اپریل 2011ء کو میرے پی ایچ ڈی کے مقالے ''مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ'' کا وائیوا ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو میں صدر شعبہ پروفیسر ڈاکٹر غیاث الدین صاحب کے زیرِ صدارت تشفی بخش طریقے سے کامیابی سے ہم کنار ہوا۔

شہر مالیگاؤں کے کثیر الاشاعت اخبار'' شامنامہ'' اور ممبئی سے نکلنے والے روزنامہ ''اردو ٹائمز''......روزنامہ ''سہارا''......اور روزنامہ ''انقلاب'' نے اس اطمینان بخش وائیوا کی تفصیلی رپورٹ نمایاں طور پر شائع کی۔ذیل میں ''اردو ٹائمز'' میں شائع شدہ رپورٹ من وعن پیش ہے:

مراٹھواڑہ یونی ورسٹی میں ڈاکٹر مُشاہد رضوی کا وائیوا کامیابی سے ہمکنار

اورنگ آباد: 2/اپریل 2011ء بروز سنیچر یہاں ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو میں ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی (مالیگاؤں) کے تحقیقی مقالے ''مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ'' کا اوپن وائیوا صدر شعبۂ اردو پروفیسر ڈاکٹر غیاث الدین صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔اس موقع پر یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر عبدالغنی صاحب، ریڈر ڈاکٹر صدیق محی الدین، اسسٹنٹ پروفیسر کیرتی مالینی جاولے، ڈاکٹر مسرت فردوس، معروف افسانہ نگار نورالحسنین (اورنگ آباد)، ڈاکٹر آدم رضا شیخ (شولاپور) کے علاوہ عمائدینِ شہر، ایم اے، ایم فل، اور پی ایچ ڈی کے طلبہ وطالبات نے قابلِ ذکر تعداد میں شرکت کی۔مقالے کے لیے خارجی ممتحن کے فرائض ڈاکٹر غلام دستگیر شیخ (ریسرچ گائیڈ شیواجی یونی ورسٹی، کولہا پور و پرنسپل یو.ای.ایس مہیلا مہاودیالیہ، شولاپور) نے بہ حسن وخوبی انجام دیے اور اپنے تاثرات میں ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی کے تحقیقی کام، اسلوب نگارش

اورطرزِتحریرکوسراہتے ہوئے مبارک باد دی۔ واضح ہو کہ ڈاکٹر مُشاہدؔ رضوی نے مذکورہ تحقیقی مقالہ محترمہ ڈاکٹر شرف النہار صاحبہ (صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فور ویمن، اورنگ آباد) کی نگرانی میں مکمل کیا ہے۔اوپن وائیوا میں اپنی مخاطبت کے دوران ڈاکٹر موصوفہ نے رقت آمیز انداز میں کہا کہ یہ میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے کہ میرے پہلے ریسرچ اسکالر جن کا تحقیقی کام نعت گوئی کے حوالے سے نعت نگاری کے حوالے سے اردو میں نعتیہ کلام کے حوالے سے منظرِ عام پر آیا ہے گویا میری ابتدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف سے ہوئی ہے جو میرے لیے یقیناً توشۂ نجات بنے گا۔ چوں کہ میرا بھی تعلق بریلی سے ہے اور حضرت مصطفی رضا خاں نوریؔ کا تعلق بھی بریلی سے ہے مجھے بے پناہ خوشیوں کا احساس ہو رہا ہے کہ اس طرح میرے ذریعہ ایک اچھا کام مکمل ہوا ہے۔ ڈاکٹر موصوفہ نے کہا کہ کسی بھی مقصد کے حصول کے لیے جذبۂ شوق اور خونِ جگر صرف کرنا پڑتا ہے میں نے میرے ریسرچ اسکالر محمد حسین میں یہ دونوں چیزیں بہ درجۂ احسن پائیں۔آپ نے ڈاکٹر مُشاہدؔ رضوی کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے اپنے اظہارِ خیال میں اس امر کو بھی ظاہر کیا کہ جس طرح سر سید احمد خاں نے حالی سے ’’مسدسِ حالی‘‘ لکھنے کی تحریک دی اور جب مسدس منظرِ عام پر آیا اور ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا تاثر کیا ہے؟ توانھوں نے یہی تاثر دیا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اپنے نامۂ اعمال میں کیا لائے ہو تو میں یہی کہوں گا کہ میں ’’مسدسِ حالی‘‘ کی تحریک دینے والوں میں سے ہوں اور میری تحریک پر یہ فن پارہ منظرِ عام پر آیا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا تو میں نعتیہ شاعری پر ہوئے اس تحقیقی کام میں اپنی شمولیت کا اظہار کروں گی کہ ان شآء اللہ یہ میری نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے بعض طلبہ نے ڈاکٹر مُشاہد رضوی سے

سوالات کیے، موصوف نے عمدگی اور شائستگی کے ساتھ تشفی بخش جوابات دیے۔ڈاکٹر آدم رضا شیخ (شولاپور) نے اس موقع پر کہا کہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے فرزندِ اصغر حضور مفتیِ اعظم کی نعتیہ شاعری پر یہ پہلا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی کے ذریعہ پایۂ تکمیل تک پہنچا ہے، آپ نے محترمہ ڈاکٹر شرف النہار صاحبہ کو اس کام کی نگرانی کے لیے خصوصی مبارک باد پیش کی۔ بعدازاں ڈاکٹر غیاث الدین صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت میں ڈاکٹر محمد حسین کو مبارک باد پیش کی اور کہا کہ آج کے اس کامیاب وائیوا اور ریسرچ اسکالر کی طرف سے اطمینان بخش اور تشفی بخش جوابات کے بعد میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آج سے محمد حسین صاحب کو ڈاکٹر محمد حسین لکھا اور بولا جائے۔صدر شعبہ کے شکریہ پر اوپن وائیوا کا اختتام عمل میں آیا۔

(روزنامہ اردو ٹائمز اپریل 2011ء بروز)

یہ خبر جوں ہی عام ہوئی مقتدر علماے اہلِ سنت کی طرف سے مبارک بادی کے پیغامات ناچیز کو موصول ہونا شروع ہوئے۔ان حضرات میں حضور سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی، پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں مارہروی، حضرت سید محمد اشرف میاں مارہروی، سید محمد حسینی میاں اشرفی مصباحی، حضرت مفتی محمد مجیب اشرف، مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری، مفتی محمد اشرف رضا قادری، صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری، علامہ یٰسین اختر مصباحی، مولانا شاکر علی نوری، مولانا غلام جابر شمس مصباحی، مولانا غلام مصطفی نجم القادری، مفتی مشتاق احمد قادری امجدی، مولانا ڈاکٹر محبّ الحق قادری، مولانا اختر حسین فیضی، مولانا وقار احمد عزیزی، مولانا مظہر حسین علیمی، مفتی توفیق احسن برکاتی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔اردو ادب کی ممتاز اور نامور شخصیات میں شمس الرحمٰن فاروقی، سلیم شہزاد، مقیم اثر بیاولی، سید ضیا احمد رضوی (امریکا)، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر علیم صبا نویدی، شوکت علی ناز (دوحہ)، سید وحید القادری عارفؔ (جدہ)، سید صبیح الدین صبیح رحمانی (پاکستان)، ڈاکٹر عزیز احسن (پاکستان)، سلطان سبحانی، شبیر ہاشمی، حیدر قریشی (جرمنی)،

تنویر پھول (امریکا)، ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی، ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین، پروفیسر محمد ساحل، فیروز سیفی (امریکا)، طارق ہاشمی (امریکا) وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

علاوہ ازیں سنی دعوتِ اسلامی، شاخ مالیگاؤں نے سرمایۂ اہلِ سنت مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب کے دستِ مبارک سے 7/اپریل 2011ء کو منعقدہ سنی اجتماع، بہ مقام اے ٹی ٹی ہائی اسکول میں حوصلہ افزائی کی، اور جامعہ حنفیہ سنیہ درے گاؤں شیوار میں بھی ایک استقبالیہ تقریب ہوئی۔ اور پھر اس کے بعد استقبالیہ تقریبات کا سلسلہ چلتا رہا اہلِ محبت نے ناچیز کی حوصلہ افزائی و پذیرائی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ رقیہ جن ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی، نیا اسلام پورہ مالیگاؤں نے اشرف الفقہاء مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قبلہ کے ہاتھوں ایک خوب صورت ٹرافی نذر کی، اسی طرح ادارۂ نثری ادب مالیگاؤں، اردو لائبریری ٹرسٹ مالیگاؤں اور انجمن ترقی اردو ہند شاخ مالیگاؤں نے بھی ''وقارِ قلم'' اعزاز سے نوازا۔ اس ضمن میں عظیم خوش بختی یہ کہ مفتیِ اعظم کے پیر خانے مارہرہ مطہرہ میں عرسِ قاسمی ۲۰۱۱ء میں حضور سید محمد اشرف میاں قادری برکاتی نے منبرِ نور سے خرقہ پوشی کی شب میں استقبال فرمایا۔

مجھے بے پناہ مسرت و انبساط محسوس ہو رہی ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھ ناچیز سے ایک ایسا کام کروالیا جو میرے اور میرے والدین اور اہلِ خانہ کے لیے یقیناً باعثِ نجات اور توشۂ بنے گا۔

راقم کا تحقیقی مقالہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے؛ باب اول میں نعت کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ہر وہ ادب پارہ جو قاری یا سامع کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرے وہ نعت ہے چاہے وہ نظمی ہو یا نثری۔

باب دوم میں نعت گوئی کے فن پر روشنی ڈالتے ہوئے مختلف قدآور علماے ادب کے اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ اس میں ضمنی عنوانات حزم و احتیاط موضوع اور من گھڑت روایتیں، الفاظ کے انتخاب میں احتیاط، نعت ہیئت - اصنافِ سخن، ضمائر کا استعمال کے تحت نعت، آدابِ نعت اور لوازماتِ نعت پر تحقیقی بحث کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ نعت اصنافِ ادب میں سب سے محترم صنف ہے۔

باب سوم میں نعت گوئی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے اور تحقیق کی روشنی میں اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نہ کسی طور نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل ہوتا رہا ہے۔ ولادت و بعثت کے بعد نعت گوئی کو عروج حاصل ہوا۔ اس باب میں اوّلین نعت گو شعرا کی تحقیق کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جناب ابوطالب کو اوّلین نعت گو شاعر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

راقم نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ نعتیہ ادب کا طالبِ علم جب اس مقالے کو دیکھے تو اسے وافر مقدار میں تحقیقی مواد ایک ہی جگہ مل جائے اس لحاظ سے عربی، فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری کے علاوہ نعتیہ ادب کے فروغ و ارتقا میں دوسری زبانوں کی حصہ داری اور شراکت پر روشنی ڈالتے ہوئے انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، بہاری، کردی، مارواڑی، میواتی، سرائیکی، کشمیری، ہندکو، ہاوسا، سندھی، بنگالی، پشتو، پنجابی، دوآبے، ہریانوی، سنسکرت، گجراتی، ہندی، مراٹھی وغیرہ زبانوں میں تحریر کی گئی نعتوں کا ایک حسین انتخاب بھی اس مقالہ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات بھی مسلم ہے کہ تحقیق ایک مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے اس لیے اس مقالہ کو حرفِ آخر نہ سمجھا جائے۔

باب چہارم میں ''ہندوستان میں اردو کی نعتیہ شاعری 1412ء سے حضرت نوریؔ بریلوی تک'' عنوان کے تحت ہندوستان میں اردو کے ارتقائی عمل کو بیان کرتے ہوئے اس امر کی تحقیق کی گئی ہے کہ اردو زبان کے آغاز کے ساتھ ہی اردو میں نعت گوئی کا آغاز ہوا۔ ہندوستان میں اردو کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے اس باب میں اردو کے ارتقائی سفر کی طرح اردو نعت کے لسانی و ارتقائی مراحل، زبان کی شائستگی اور پختگی کو سمجھنے کے لیے فنِ اردو نعت گوئی کو تین ادوار میں منقسم کیا گیا ہے۔

(1) پہلا دور (815ھ/1412ء سے 1154ھ/1750ء تک)

(2) دوسرا دور (1154ھ/1750ء سے 1308ھ/1890ء تک)

(3) تیسرا دور (1308ھ/1890ء سے حضرت نوریؔ بریلوی کے عہد تک)

تینوں ادوار پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان شعرائے کرام کے کلام کا یہ فکری کاررواں پورے شعور و آگہی سے آگے بڑھتے ہوئے عصرِ حاضر کے شعرا کو ماضی کی جملہ امانتیں سونپ دیں۔ یہ انھیں حضرات کی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ عصرِ حاضر کے ادبی منظر نامہ پر اردو نعت گوئی بے پناہ مقبول ہے اور آج نعتیہ شاعری میں نئے لہجے اور نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ جدید علامتوں اور اشاروں کو بڑی فن کاری سے استعمال کیا جارہا ہے۔ حتیٰ کہ اردو نعت گوئی کا یہ نہ رُکنے والا سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ یہاں تک کہ بعض ناقدین اکیسویں صدی کو نعت گوئی کی صدی خیال کرتے ہیں۔

باب پنجم میں پانچ ضمنی عنوانات؛ (1) حیات نوریؔ بریلوی (2) علمی خدمات (3) ادبی خدمات (4) سیاسی خدمات (5) تدریسی خدمات کے تحت نوریؔ بریلوی کی حیات و خدمات پر بالتفصیل تحقیقی روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالے کا اصل موضوع مفتیِ اعظم حضرت نوریؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری ہونے کے سبب آپ کی حیات و خدمات کے بعض اہم گوشوں کو اجاگر نہ کیا جاسکا۔ بہ ہر کیف! یہ اہلِ نظر کو دعوتِ تحقیق دیتے ہیں کہ وہ ان پر مستقبل میں کام کریں۔

باب ششم میں کلامِ نوریؔ بریلوی کا بالتفصیل تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے آپ کے کلام کے مختلف شعری و فنّی محاسن کو تحقیق کی روشنی میں اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس باب میں آپ کے دور میں نعت گوئی کے معیار اور اُس کی عام روش، آپ کی نعت گوئی کے آغاز، تخلیقی رویے، تصورِ عشق و فن، عقیدۂ توحید، خصائصِ رسالت، ترکیب سازی، شاعرانہ پیکر تراشی، لسانی و عروضی چاشنی، محاورات کا استعمال، مشکل زمینوں اور موضوعات، خیال آفرینی، پیرایۂ زبان و بیان، صنائع و بدائع، تغزل کا رنگ و آہنگ، عربی، فارسی اور اردو کے ساتھ ہندی اور پوربی زبان کی آمیزش اور رچاو نیز قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر جیسے علوم و فنون کی رنگا رنگی وغیرہ شعری و فنّی محاسن کو نمایاں کیا گیا ہے۔

باب ہفتم میں حضرت نوریؔ بریلوی کے شعری و فنّی محاسن، آپ کے نعتیہ رُجحانات،

خیالات اور افکار پر اہلِ علم و دانش نیز شاعروں، ادیبوں اور محققین و ناقدین نے اپنے جن گراں قدر تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے نوریؔ بریلوی کی شاعرانہ عظمت و رفعت کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ان میں سے چند تاثرات یک جا کیے گئے ہیں۔ اسی طرح باب ہفتم میں ضمنی باب ''نوریؔ بریلوی کی طرز کا اتبّاع'' کے تحت یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ آپ کے اسلوب اور طرزِ نگارش کو اختیار کرتے ہوئے آپ کے معاصرین اور متاخرین شعرا نے نعتیہ کلام قلم بند کیا ہے۔ مثال کے طور پر چند شعرا کی نعتیں اس باب میں جمع کی گئی ہیں۔

باب ہشتم میں ماحصل کے طور پر ماقبل ابواب کی روشنی میں نوریؔ بریلوی کے اسلوبِ نگارش، کلام کی خوبیوں، آپ کے نعتیہ رجحانات، خیالات اور افکار کی عالم گیر شہرت و مقبولیت کو واضح کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی نعتوں میں تصوف و معرفت کی جو روح پنہاں ہے وہ ہماری قومی و ملی، تہذیبی و تمدنی اور علمی و ادبی ورثہ ہیں۔ جذبہ و فن کی وسعت، خیالات و محسوسات کی بلندی، مضامین و موضوعات کے تنوع اور مختلف علمی و ادبی اور شعری محاسن کے اعتبار سے اردو نعت گوئی کی تاریخ میں نوریؔ بریلوی کا مقام و مرتبہ بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلا ہے۔ آج عالمِ اسلام میں نوریؔ بریلوی کے ذہن و فکر سے نکلے ہوئے نعتیہ سرمدی نغمات کی دھوم مچی ہوئی ہیں اور آپ کے کلامِ بلاغت نظام قلبِ مُسلم پر نگراں ہیں اور فردوسِ گوش بنے ہوئے ہیں۔

علاوہ ازیں ضمیمہ کے تحت عصرِ حاضر میں اردو نعت گوئی کے اجمالی منظر نامہ کو بیان کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ عصرِ رواں میں نعت گوئی میں نت نئے تجربات ہو رہے ہیں۔ شعرائے کرام نو تراشیدہ اور خود وضع کردہ لفظی تراکیب، مترنم بحروں اور نئی ہیئت و سانچوں کو اندازِ نو سے برت رہے ہیں۔ ذات و کائنات کے مسائل، انسانی دکھوں، تکالیف، مصائب، آلام اور پریشانیوں کے مداوا کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نعتوں میں کی جارہی ہے۔ نئے لہجے اور نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ جدید علامتوں اور اشاروں کو بڑی چابک دستی سے برتا جارہا ہے۔

راقم کے پی ایچ ڈی مقالے کے ابواب: اول، دوم، پنجم، ششم، ہفتم اور ہشتم پر مشتمل ہے ایک کتاب بہ نام ''مفتیِ اعظم کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ'' والضحیٰ پبلی کیشنز داتا دربار

مارکیٹ، لاہور سے جناب رضاءالحسن قادری کی خصوصی دلچسپی سے طبع ہوکر اہلِ علم و دانش سے خراجِ تحسین حاصل کرچکی ہے۔ پاکستان سے اس مقالے کی اشاعت کے بعد اہل ہند میں بھی اس کتاب کے مطالعہ کا اشتیاق بڑھتا رہا۔ چناں چہ رضا اکیڈمی، ممبئی نے اس اہم ضرورت کو محسوس کیا اور ۲۰۱۵ء میں اسے شائع کردیا۔ عوام وخواص کی فرمایش پر بقیہ ابواب کو یک جا کرکے ''نعتیہ روایت اور ہندوستان میں اردو نعت گوئی'' کے عنوان سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں کی زینت بن رہی ہے۔ اس میں باب اول جزوی تلخیص کے ساتھ دوبارہ شامل کیا جارہا ہے تاکہ دوسرے ابواب سے کتاب کا ربط قائم رہے سکے۔ کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والے حضرات کا راقم بے حد ممنون و متشکر ہے۔ اللہ کریم ان کے رزق میں برکت و وسعت بخشے اور دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد حسین مُشاہد رضوی

آئینۂ ترتیب

باب اول: نعت کی تعریف۔ لغوی اور اصطلاحی مفہوم

باب دوم: نعت گوئی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ
☆---------تہنیت نامہ کا رواج۔ ولادتِ باسعادت سے قبل
☆---------اولین نعت گوشعرا
☆---------عربی میں نعت گوئی (اہم شعرا)
☆---------فارسی میں نعت گوئی (اہم شعرا)
☆---------دیگر زبانوں میں نعت گوئی (مثالیں)
☆---------اردو میں نعت گوئی

باب سوم: ہندوستان میں اردو کی نعتیہ شاعری
1412ء سے حضرت نوری بریلوی تک
☆-----------آغاز، عروج اور ارتقاء
☆-----------پہلا دور (815ھ/1412ء سے 1154ھ/1750ء تک)
☆-----------دوسرا دور (1154ھ/1750ء سے 1308ھ/1890ء تک)
☆-----------تیسرا دور (1308ھ/1890ء سے حضرت نوریؔ بریلوی کے عہد تک)

باب چہارم: عصرِ حاضر میں اردو نعت گوئی کا اجمالی منظر نامہ

کتابیات

باب اوّل

نعت کی تعریف

لغوی اور اصطلاحی مفہوم

باب اوّل

الف: نعت کی تعریف-لغوی اور اصطلاحی مفہوم

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی وصف و خوبی اور تعریف و توصیف کے ہیں۔لیکن عُرفِ عام میں نعت؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناوستایش اور تعریف و توصیف بیان کرنے والی منظومات کو کہا جاتا ہے۔یوں تو نعت کا لفظ مستقل ایک موضوع یا مضمون کا احاطہ کرتا ہے اور جب یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو وہ تمام خزائن اور ذخائر مراد ہوتے ہیں جو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب، شمائل و خصائل، اخلاق و کردار، تعریف و توصیف اور مدح و ثنا پر مشتمل ہوتے ہیں۔ چاہے وہ نظمی ہوں یا نثری۔لہٰذا ذیل میں عربی، فارسی اور اردو لغات سے نعت کا لغوی مفہوم اور ان مفاہیم سے ماخوذ تصریحات کی روشنی میں نعت کے اصطلاحی مفہوم پر روشنی ڈالنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

لسان العرب: نعت: انعت : وصفک الشئی تنعته بما فيه و تبالغ فی وصفه والنعت : مانعت به نعت ينعته نعتا: وصفه ورجل ناعت من قوم ناعت قال الشاعر ؎

انعتهاانی من نعتها
ونعت الشئی وتنعته اذا وصفه

قال ابن الاعرابی : انعت اذا حسن وجهة حتی ينعت وصفه صلی الله عليه وسلم

يقول ابن الاثير : النعت وصف الشئی بما فيه من حسن ولا يقال فی القبيح الا يكلف متكلف فيقول نعت سوء والوصف یقال فی الحسن والقبيح وناعتون وناعتين جميعا موضع يقال الراعی ؎

حی الديار ديار ام بشير
بنو يعتيين فشاطی التسرير

انها اراد اناعتين 2/3 فصحی (1)

تاج العروس:(نعت کالمنع)ای فی کونه مفتوح العین فی الماضی والمضارع (الوصف) تنعت الشئی بما فیه وتبالغ فی وصفه وانعت ما نعت به نعته ینعته نعتا وسفه ورجل ناعت من قوم نعات قال الشاعر ؎

انعتها انی من نعتها

وفی صفته صلی الله علیه وسلم (2)

لسان العرب اور تاج العروس دونوں ہی عربی لغات سے نعت کا جو مفہوم سامنے آیا ہے اس کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ نعت کسی شئے کی خوبی یا وصف کو اس طرح بیان کرنا ہے کہ اس میں مبالغہ سے کام لیا جائے اور قبح کا ذرّہ بھر شائبہ نہ ہو۔صاحبِ لسان العرب نے ابنِ اعرابی کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو بھی کہتے ہیں اور صاحبِ تاج العروس نے بھی نعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت شمار کیا ہے۔لیکن صاف طور پر ان لغات سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ نعت کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔

المنجد: نعتہ (ف) نعتا تعریف کرنا، بیان کرنا، نعت کلمۃ: کلمہ کی صفت لانا، نعت (س) نعتا: اچھی صفات دکھانا، نعت (ک) **نعاته الرجل** پیدائش ہی سے اچھی صفات والا ہونا۔ (3)

معجم العربیہ: نعت ینعت نعتاو انتعت کسی چیز کو بیان کرنا یا اس کے اوصاف بیان کرنا (خصوصاً) تعریف میں، سراہنا، تعریف کرنا، خوبیاں بیان کرنا، صرف ونحو میں صفت کو موصوف کے ساتھ ملانا۔

نعت : صفت، وصف، جوہر، ہنر، تعریف

نعت (ج) **نعوت** ، اسم صفت، وصف، صفت، خاصیت، گُن

نُعتَۃٌ: بہت خوبصورت، حسن

منعوت : وہ اسم جس کے ساتھ صفت بیان کی گئی ہو۔موصوف (صرف ونحو) (4)

مصباح اللغات: نعتہ (ف) نعتاً: تعریف کرنا، بیان کرنا (اور اکثر اس کا استعمال صفات حسنہ کے لیے ہوتا ہے)۔ (5)

فرہنگ آصفیہ: صفت وثنا، تعریف وتوصیف، مدح، ثنا، مجازاً خاص حضرت سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف۔ (6)

غیاث اللغات: نعت (ء): نعت بالفتح تعریف وتوصیف کردن از منتخب اگرچہ نعت بمعنی مطلق صفت است لیکن اکثر استعمال ایں لفظ ستایش وثنائے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آمدہ است، بمعنیٰ صیغۂ اسمِ فاعل واسمِ مفعول و صیغۂ صفتِ مشبہ نیز می آید۔(7)

ترجمہ: زبر سے نعت کے معنی صفاتِ حسنہ کے ساتھ تعریف وتوصیف کرنا ہیں اگرچہ لفظِ نعت کے مطلق معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وثنا میں آتا ہے، اسمِ فاعل ومفعول اور صفت کے صیغے کے اعتبار سے یہ ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے معنی میں آتا ہے۔

لغاتِ فارسی: نعت (ء) تعریف، صفت، ستایش، تعریف کرنا، خاص کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف وتوصیف کو نعت کہتے ہیں۔ (8)

لغات کشوری: نعت (ء): تعریف، صفت، تعریف کرنا خاص کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (9)

نور اللغات: نعت (ء : بالفتح): یہ لفظ بمعنی مطلق وصف ہے لیکن اس کا استعمال آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ستایش وثنا کے لیے مخصوص ہے۔ (10)

فیروز اللغات: نعت (ع، ا، مونث): (1) مدح، ثنا، تعریف (2) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں مدحیہ اشعار۔ (11)

فرہنگ ادبیات: پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کا حامل کلام۔ (12)

درج بالا میں عربی لغات سے اخذ کردہ لغوی تصریحات سے لفظ ''نعت'' سے متعلق اردو اور فارسی زبان میں جو تصور پایا جاتا ہے اس کا مکمل اظہار نہیں ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ عربی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف وثنا میں جو اشعار کہے گئے تھے ان کو ''نعت'' تو نہیں، ہاں! ''مدحیۂ رسول اللہ'' کا سرنامہ اہلِ عرب دیا کرتے تھے، بہ ہر کیف! یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ لفظ ''نعت'' کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف وخوبی بیان کرنے والی مدحیہ نظم کے سرنامہ کے طور پر استعمال کرنے کا سہرا اردو والوں کے سر جاتا ہے۔

عربی زبان کی متذکرۂ بالا لغات میں نعت کے جو معنی درج ہیں ان سے تو یہ تصور سامنے آتا ہے کہ نعت کے معنی وصف کے ہیں خصوصاً جب آپ کسی چیز کے وصف میں مبالغہ سے کام لیں تو اس وقت نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سراج بستوی کے بہ قول: ''قرآن مجید میں اس مادہ ''نعت'' کا کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا ہے۔ مفسرین کرام نے قرآن کی شرح وترجمانی میں اس لفظ کو وصف کے معنی میں استعمال کیا ہے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وشمائل ترمذی (حافظ محمد عیسیٰ ترمذی م 279ھ) میں نعت کا لفظ اپنی مختلف نحوی اور صرفی صورتوں میں قریباً پچاس مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

مطالعۂ حدیث ہی کی روشنی میں بعض شارحینِ حدیث نے اپنی تحریروں میں نعت کو مطلق وصف کی عمومیت سے نکال کر اسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف سے وابستہ کیا ہے اور اسے ایک خاص مفہوم کا حامل ٹھہرایا۔ غالباً ''النہایۃ فی غریب الحدیث و الاثر'' وہ پہلا ماخذ ہے جس میں اس کے مرتب ابن اثیر (544ھ/ 606ھ) نے لفظ نعت کو اصطلاحی مفہوم میں پیش کیا ہے۔''

نعت کے اصطلاحی معنوں کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالمجید سندھی نے بھی اپنے خیال کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ :

''نعت کے معنی ہیں 'خوب صورت وصف' یعنی کسی کی خوبیاں بیان کرنا لیکن اب نعت مستقل اصطلاح کی صورت اختیار کر چکا ہے اور اس کے معنی ہیں آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ثنا اور وصف بیان کرنا'' (13)

اس ضمن میں ڈاکٹر رشاد عثمانی کا خیال یوں ہے کہ :

''اردو لغات میں اگر چہ عربی و فارسی لغات کی پیروی میں نعت کا لفظ مطلق

وصف اور ثنائے رسول دونوں معنی میں آیا ہے۔ مگر جیسا کہ ''نور اللغات'' کے مرتب نے لکھا ہے کہ ''یہ لفظ بمعنی مطلق وصف ہے لیکن اس کا استعمال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ستایش اور ثنا کے لیے مخصوص ہے'' اردو زبان و ادب میں مطلق وصف کے معنی میں اس کا استعمال قریب قریب ناپید ہے۔ شعر و ادب میں لفظِ نعت کا استعمال وصفِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے علاوہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس کی بڑی وجہ غالباً یہ ہے کہ عربی سے فارسی اور پھر فارسی سے اردو شعر و ادب تک یہ لفظ وصفِ مطلق کی عمومیت سے نکل کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور مدح وثنا کے لیے مخصوص ہو چکا تھا۔ یعنی اردو لغت اور زبان وادب میں اس کے معنی سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے مفہوم سے منسوب و مختص ہے۔'' (14)

مذکورہ بالا عربی، فارسی، اُردو لغات اور تمام حضرات کی مختلف آرا کو سمجھنے کے بعد نعت کے معنی ومفہوم اور تعریف وتوصیف میں یہی کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ ادب پارہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو، مدح ہو، ثنا ہو، تعریف وتوصیف ہو، سراپا کا بیان ہو، شبیہ وشمائلِ اقدس کی لفظی تصویر کشی ہو، عادات واخلاق کا بیان ہو، فضائل ومحاسن جمیلہ کا اظہار ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو، آپ سے استغاثہ وفریاد ہو، عقیدت ومحبت کے جذبات کی ترجمانی ہو، مقصد وبعثتِ نبوت کا تذکرۂ خیر ہو یا ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل ہو۔ الغرض ہر وہ ادبی کاوش جو اپنے قاری یا سامع کو مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرے اور قرب کا احساس پیدا کرے چاہے وہ نثری ہو یا نظمی بلا شبہ ''نعت'' ہے۔

چناں چہ متذکرۂ بالا خیال کی تصدیق مشہور محقق ڈاکٹر رفیع الدین اشفاقؔ اور معروف ادیب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے گراں قدر خیالات سے ہوتی ہے؛ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاقؔ...... ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں :

''اصولاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا، لیکن اردو اور فارسی میں جب لفظِ نعت کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے

عام طور پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے۔" (15)

اور ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے یوں تحریر کیا ہے کہ :

"نعت ایک موضوع کا نام ہے اس کے لیے کوئی خاص صنف، فارم یا ٹیکنک نہیں ہے اسے غزل، مثنوی، مسدس، مخمس، رباعی، قطعہ وغیرہ کسی بھی صنف میں لکھا جاسکتا ہے۔نعت کا موضوع مخصوص نہیں بہت ہی وسیع ہے۔" (16)

نعت کا موضوع ادب کی کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور آپ کی سیرتِ طیبہ کا تذکرہ کسی بھی صنف اور ہیئت میں ہوسکتا ہے۔شعرائے کرام نے کم وبیش تمام اصناف میں نعتیں قلم بند کی ہیں۔جو صنفِ سخن جس عہد میں زیادہ مقبول رہی، اس کو نعت کے لیے استعمال کیا گیا۔

اس تجزیے کے بعد صاحبِ فرہنگِ ادبیات سلیم شہزاد کی نعت سے متعلق مکمل عبارت نقل کی جارہی ہے جسے نعت کی جملہ تعریفوں میں جامع ترین تعریف سے تعبیر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔اس میں موصوف نے نعت کی صنفی حیثیت کے ساتھ ساتھ اس کے عہد بہ عہد عروج وارتقا کی تاریخ کو بھی اجمالاً سمیٹ لیا ہے:

"نعت: پیغمبرِ اسلام حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف وتوصیف کا حامل کلام۔نعت شاعری کی مختلف ہیئتوں میں کہی گئی ہے اور مثنوی اور طویل بیانیہ نظموں کی یہ روایت رہی ہے کہ ابتدا نعت سے کی جائے۔عربی اور فارسی کے اثر سے جس طرح اردو مرثیے میں محض واقعاتِ کربلا کو نظم کردیا جاتا ہے اسی طرح نعت ایک موضوعی صنفِ سخن ہے جس میں قصائد، منظوم واقعاتِ سیرت، غزلیں، رباعیاں اور مثنویاں سبھی ہیئتیں شامل ہیں۔حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں اس شاعری کے زندہ موضوع بن گئے تھے اور آپ نے کعب بن زہیر، لبید بن ربیعہ، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت وغیرہ اصحاب سے اپنی نعتیں سماعت فرمائی ہیں۔عربی سے نعت فارسی میں آئی تو اسے حافظؔ، سعدیؔ، صائبؔ اور عرفیؔ جیسے شعرا میسر آئے۔ ہندوستان میں خسروؔ،

نظامیؔ اور بیدلؔ نے فارسی میں نعتیں کہیں، خسروؔ نے اسے ہندوستانی بولیوں میں بھی رواج دیا۔

اردو کے تشکیلی دور میں متعدد صوفی شعرا نے اس صنف میں طبع آزمائی اور بہ طور ایک زبان کے اپنی حیثیت منوا لینے کے بعد اردو کے سبھی چھوٹے بڑے شعرا کے یہاں اس کی مثالیں تخلیق ہوئیں اگرچہ انیسؔ و دبیرؔ نے جس طرح صرف مرثیے میں اپنے فنّی کمال دکھائے اس طرح صرف نعت سے منسلک کوئی کلاسیکی شاعر اردو کو نہیں ملا۔البتہ یہ سعادت دورِ جدید کے بہت سے شعرا کو حاصل ہے۔

انیسویں صدی کے اواخر میں امام احمد رضا خاں رضاؔ اور محسنؔ کاکوروی نے اپنے شعری اظہار میں صرف نعت کو جگہ دی جن کا کلام آج بھی زبان زد خاص و عام ہے ان کے بعد نعت پھر اپنی روایتی حدود میں سمٹ گئی یعنی مثنوی کی ابتدا یا غزل کے چند اشعار میں۔اس ضمن میں "مسدسِ حالی" کی یہ اہمیت ہے کہ اس کے اختتام پر شاعر نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خطاب کیا ہے۔حالیؔ کے بعد حفیظؔ جالندھری کا "شاہ نامۂ اسلام" جس میں سیرت کے مضامین باندھے گئے ہیں، جدید نعت نگاری کے لیے تازیانہ بن گیا۔اقبالؔ کی شاعری عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تجربہ پسند شعری اظہار کی مثال ہے۔اس میں نعت کے عنوان سے کوئی نظم نہیں ملتی لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے افکار کی شاعرانہ تفسیر وتوضیح نے اقبالؔ کی کئی نظموں کو نعتیہ رنگ دے دیا ہے۔

انجمن ترقی پسند مصنفین اور حلقۂ اربابِ ذوق کے غلبے نے اس صنف کو ایک بار تو شاعری سے خارج ہی کردیا کیوں کہ ان فن کاروں کے نظریات مادّی، جسمانی اور غیر مذہبی (بل کہ مذہب بے زار) نظریات تھے مگر آزادی کے کچھ عرصے بعد جدید شاعروں نے پھر اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجالا کرنے

کی تخلیقی کوشش شروع کر دی ہیں۔ ان میں اسلامی ادب کے بعض پیرو کار حفیظؔ میرٹھی، نعیمؔ صدیقی، یونسؔ قنوجی اور حفیظؔ تائب کے نام اہمیت رکھتے ہیں۔ عمیقؔ حنفی اور عبدالعزیز خالدؔ نے اپنی طویل نعتیہ نظموں ''صلصلۃ الجرس'' اور ''فارقلیط'' کے لیے، جن میں زبان و بیان کے گراں قدر تجربات ملتے ہیں، خاصی شہرت پائی ہے، ہندو پاک میں آج کئی شعرا صرف نعت کہنے میں مصروف ہیں۔''(17)

مشہور و معروف محققین و ناقدین کے گراں قدر اقوال و تاثرات کی روشنی میں اس امر کی مکمل وضاحت و صراحت ہو جاتی ہے کہ نعت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں لکھی جانے والی منظومات ہی کو نہیں بل کہ ایسے نثری شہ پاروں کو بھی کہا جاتا ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی بھی طرح سے ذکرِ خیر ہو، اور نعت اصنافِ ادب میں نہ صرف یہ کہ شامل ہے بل کہ یہ ادب کی ہر صنف میں مسلسل لکھی جا رہی ہے۔

حواشی

(1) ابن منظور: لسان العرب، دار لسان العرب، بیروت ص 668

(2) زبیدی: تاج العروس، بالمطبعۃ الخیریۃ المنشاہ بجمالیہ، مصر ج 1 ص 93

(3) المنجد: مرکزی ادارۂ تبلیغ دینیات، دہلی ص 1028

(4) ولیم ٹامسن ورٹے: معجم العربیہ، مولی رام منیجر مفید عام پریس، چڑجی روڈ، لاہور ص 1121 / 1122

(5) عبدالحفیظ بلیاوی، مولوی: مصباح اللغات، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی لاہور ص 887

(6) خانصاحب سید احمد دہلوی، مولوی: فرہنگ آصفیہ نیشنل اکاڈمی دہلی، 1974ء ج 4 ص 579

(7) غیاث الدین: غیاث اللغات، رزاق پریس، کان پور 1332ھ

(8) لغاتِ فارسی: پبلشر لالہ رام نرائن لال بنی مادھو، الٰہ آباد، 1931ء ص 904

(9) لغات کشوری: مولوی تصدق حسین رضوی، دارالاشاعت کراچی ص 537

(10) نور اللغات: مولوی نور الحسن نیّر کاکوروی، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی، 1998ء ص 833

(11) فیروز الدین، مولوی: فیروز اللغات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ص 683

(12) سلیم شہزاد: فرہنگ ادبیات، منظر نما پبلشرز، مالیگاؤں ص 709

(13) اوج: نعت نمبر ج 2، گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور ص 562

(14) اوج: نعت نمبر ج 2، گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور ص 155

(15) رفیع الدین اشفاقؔ، ڈاکٹر: اردو کی نعتیہ شاعری، اردو اکیڈمی، سندھ، 1976ء ص 21

(16) عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر: رضا گائڈ بک، رضا اکیڈمی برطانیہ ص 2

(17) سلیم شہزاد: فرہنگِ ادبیات، منظر نما پبلشرز، مالیگاؤں ص 709 / 710

ب: نثری نعت

جیسا کہ تحقیق کی جا چکی ہے کہ ہر وہ ادب پارہ جس میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف بیان کی جائے یا جس کے سننے اور پڑھنے سے قاری یا سامع بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو وہ نعت ہے، خواہ وہ نظم ہو یا نثر۔

اگر دیکھا جائے تو نعت گوئی کا آغاز میثاق النبیین ہی سے ہو گیا تھا اور اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیائے کرام کی امتوں کے نیک طینت اور پاک باز افراد کو اس بات کا علم تھا کہ لوحِ محفوظ پر جن کا نام لکھا گیا ہے وہ ہی سب سے محترم و بزرگ ہستی ہیں۔ اس لحاظ سے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اطہر و اقدس میں مدحت وتہنیت کا نذرانہ پیش کرنے کو وہ باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ آسمانی کتب وصحائف میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وبعثتِ طیبہ کے اذکار بڑی شان کے ساتھ موجود ہیں۔ یہی نہیں بل کہ انبیائے سابقہ نے اپنی امتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی بشارتیں بھی سنائی ہیں۔

حضرت آدم وحضرت شیث وحضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے علاوہ حضرت عیسیٰ، حضرت اشعیاہ، حضرت دانیال، حضرت ابراہیم واسماعیل، حضرت ارمیاہ، اور حضرت ہبقوق علیہم السلام نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی عظیم خوش خبریاں سنائیں۔ یہ بشارتیں ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل، ایک سے ڈھائی ہزار برس کے درمیان سنائی گئیں۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار تمام انبیائے کرام کی امتوں اور نیک بندوں کو تھا۔ یہی وجہ ہے کہ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے بعد شاہِ حبش نجاشی، عبداللہ بن سلام، کعب احبار، سلمان فارسی (رضی اللہ عنہم) کہ علمائے یہود ونصاریٰ میں تھے۔ ان حضرات نے توریت، انجیل اور انبیائے کرام کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کی تصدیق کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان میں شاہِ حبش نجاشی کے علاوہ جملہ حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت نصیب ہوئی جس پر جملہ موجوداتِ عالم کو رشک ہے۔

آسمانی کتب توریت، زبور، انجیل اور دیگر آسمانی صحائف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی

ولادتِ باسعادت کا تذکرۂ خیر موجود ہے ان تذکروں کو ہم نثری تہنیت نامے قرار دے سکتے ہیں۔

ولادتِ باسعادت سے قبل اور بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف اسی طرح جاری رہی اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا اور وحی کے ذریعہ آپ پر قرآنِ کریم نازل کیا تو ساری دنیا نے دیکھا کہ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے ساتھ ہی اللہ رب العزت کی عظمت اور وحدانیت کا آئینہ دار ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وستایش کا مظہر بھی۔ خالق کائنات نے اس مقدس کتاب میں جگہ جگہ اپنی حمد وثنا بھی فرمائی ہے اور اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفات بھی بیان کی ہیں۔ جو کہ نثری نعت کے بہترین نمونے ہیں؛ چند آیاتِ طیبات خاطر نشین ہوں :

وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاس (اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔ سورہ سبا آیت 28) اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم (بے شک تمہاری خوٗ بوٗ بڑی شان کی ہے۔ سورہ قلم آیت 4) مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُم وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّین (محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ سورہ احزاب آیت 40) اِنَّا اعطینٰک الکوثر (اے محبوب بیشک ہم نے تمھیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ سورہ کوثر آیت 1) لاتر فعوا اصواتکم فوق صوتِ النّبی (اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔ سورہ حجرات آیت 2) قد جآء کُم مِنَ اللّٰہِ نورٌ وَّکتابٌ مُّبین (بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ سورہ مائدہ آیت 15) یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرسَلنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیرًا (بیشک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ سورہ فتح آیت 8) وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک (اور ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کر دیا۔ سورہ انشراح آیت 4) وَلَو اَنَّھُم اِذ ظَّلَمُوا اَنفُسَھُم جَآءُ وْکَ فَاسْتَغفِرُ اللّٰہَ وَاسْتَغفَرَ لَھُمُ الرَّسُولُ لَوَ جَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیمًا (اور وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ سورہ نسآء آیت 64) وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِن ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحیٰ (اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔

سورہ نجم آیت 3/4) وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَةَ لّلعالَمِین (اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔ سورہ انبیاء آیت 107) (تراجم از: کنزالایمان)

یہاں نثری نعت کے نمونے کے طور پر چند آیات ہی نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے مگر حق تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بے شمار مقامات پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کیا ہے اور ان پر خود درود وسلام بھی بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بالکل ہی منفرد انداز میں اپنے محبوب کی تعریف یوں بھی کی ہے کہ لَا تَجعَلُوا دُعَآ ءَ الرَّسُولِ بَینَکُم کَدُعَآءِ بَعضِکُم بَعضًا (رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ سورہ نور آیت 63)......

..........ایسی اعلیٰ شان اور بلند وارفع مرتبہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے محبوب کو بخشا۔ یہ بات قرآن شریف سے اس طرح ثابت ہے کہ خالقِ کائنات نے ''یا آدم، یا موسیٰ اور یا عیسیٰ'' کے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب نہیں کیا بل کہ انھیں بڑے احترام سے ''یا ایہا الرسول، یا ایہا النبی، یا ایہا المزمل، یاایہا المدثر'' وغیرہ کہہ کر پکارا ہے۔ اور بلاشبہ انھیں ایسی شان اور وجاہت عطا کی ہے جو کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آئی۔ یہاں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ قرآنِ کریم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بھی ہے اور کامل واکمل ترین اوّلین درس گاہِ نعت بھی۔

واضح ہو کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے بعد اور بچپن سے عالمِ شباب تک آپ کو جتنے لوگوں نے بھی دیکھا آپ کی تعریف وتوصیف بیان کی۔ ان کلمات کو بھی نثری نعت کے زمرے میں رکھا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی پیکر سے متعلق عرب کی بدّو خاتون اُمِّ معبد کے اس بیان کو بہ طورِ مثال پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا جو اس نے اپنے خاوند کو دیا :

''ام معبد کہنے لگی۔ میں نے ایک ایسا مرد دیکھا جس کا حُسن نمایاں تھا، جس کی ساخت بڑی خوب صورت اور چہرہ ملیح تھا۔ نہ رنگت کی زیادہ سفیدی اس کو معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اس میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بڑا حسین، بہت خوب رؤ۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں، پلکیں لانبی تھیں۔ اس کی آواز گونج دار تھی۔ سیاہ چشم۔ سرگین۔ دونوں ابرؤ باریک اور ملے ہوئے۔

گردن چمک دار تھی۔ ریشِ مبارک گھنی تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پُر وقار ہوتے۔ جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پُر نور اور بارونق ہوتا۔ شیریں گفتار۔ گفتگو واضح ہوتی نہ بے فائدہ ہوتی نہ بے ہودہ۔ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی ہے جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔ دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے۔ اور قریب سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین دکھائی دیتے۔ قد درمیانہ تھا۔ نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو بُرا لگے۔ نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں۔ آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ کی مانند تھے جو سب سے سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ایسے ساتھی تھے جو ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ اگر آپ انہیں کچھ کہتے تو فوراً تعمیل کرتے۔ اگر آپ انہیں حکم دیتے فوراً بجالاتے۔ سب کے مخدوم۔ سب کے محترم۔'' (1)

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد حسن وجمال کے بارے میں دو چار یا دس بیس کی یہ راے نہ تھی بل کہ ہر وہ شخص جس کو قدرت نے ذوقِ سلیم کی نعمت سے نوازا ہوتا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اسی طرح مسحور ہو جایا کرتا اور ہر ایک کی زبان سے بے ساختہ آپ کے حسن وجمال کی تعریف نکلنے لگتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دیکھتا سو جان سے قربان ہونے لگتا دوست، دشمن، اپنے اور بے گانے میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔

اسی طرح حضرت جعفر طیّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ بے مثل و بے نظیر خطبہ جو آپ نے نجاشی بادشاہ کے دربار میں پیش فرمایا تھا وہ بھی نثری نعت کا اعلا نمونہ اور عمدہ شاہ کار تصور کیا جاتا ہے؛ ذیل میں اردو ترجمہ نشانِ خاطر فرمائیں :

''اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کیا کرتے۔ مردار کھایا کرتے اور بدکاریاں کیا کرتے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کرتے ہم میں سے طاقت ور، غریب کو کھا جایا کرتا۔ ہمارا یہ ناگفتہ بہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایسا رسول بھیجا جس

کے نسب کو بھی ہم جانتے ہیں جس کی صداقت ، امانت اور عفت سے بھی ہم اچھی طرح آگاہ ہیں اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ کہ ہم اس کو وحدہٗ لاشریک مانیں۔ اور اسی کی عبادت کریں اور وہ پتھر اور بت جن کی پوجا ہم اور ہمارے آبا و اجداد کیا کرتے تھے ان کی بندگی کا پٹہ اپنی گردن سے اتار پھینکیں۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں۔ امانت میں خیانت نہ کریں۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ ہم سائیوں کے ساتھ عمدگی سے پیش آئیں۔ برے کاموں سے اور خوں ریزیوں سے باز رہیں۔ اس نے ہمیں فسق و فجور، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ نیز اس نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں زکوٰۃ دیں اور روزے رکھیں۔‘‘(2)

نثری نعت کے ذیل میں بخاری شریف، مسلم شریف، ابن ماجہ، نسائی شریف، مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف کے ابواب فضائل نیز مختلف اقسام کے درود شریف وغیرہ شمار کیے جاتے ہیں۔ اردو زبان میں امام العلماء مولانا نقی علی خاں بریلوی (والدِ ماجد امام احمد رضا بریلوی) کی ’’تفسیر سورۂ الم نشرح‘‘ اور ’’سرور القلوب‘‘ کی بعض عبارتیں تو نثر میں نعت نگاری کی ایسی اعلیٰ ترین مثالیں ہیں کہ پڑھتے ہوئے کیف آگیں جذبات سے روح وجد کر اُٹھتی ہے۔ ’’تفسیرِ سورۂ الم نشرح‘‘ کی ایک خاصی طویل، عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صفاتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پُر لطف بیان سے معمور عبارت خاطر نشین فرمائیں، جو نثری نعت کے ایک عمدہ شاہ کار سے کم نہیں، اس کا ایک ایک فقرہ اپنی جگہ خود ایک مکمل اور بہترین نعت ہے :

’’سرورِ بنی آدم...... روحِ روانِ عالم...... انسان عینِ وجود...... دلیلِ کعبۂ مقصود...... کاشفِ سرِّ مکنون...... خازنِ علمِ مخزون...... اقامتِ حدود و احکام ...... تعدیلِ ارکانِ اسلام...... امامِ جماعتِ انبیا...... مقتدائے زمرۂ اتقیا......

قاضیِ مسندِ حکومت...... مفتیِ دین و ملت...... قبلۂ اصحابِ صدق و صفا...... کعبۂ اربابِ حلم و حیا...... وارثِ علومِ اولین...... مورثِ کمالاتِ آخرین...... مدلولِ حروفِ مقطعات...... منشائے فضائل و کمالات...... منزلِ نصوصِ قطعیہ ...... صاحبِ آیتِ بینہ...... حجتِ حق الیقین...... تفسیرِ قرآنِ مبین...... تصحیحِ علومِ متقدمین...... سندِ انبیا و مرسلین...... عزیزِ مصرِ احسان...... فخرِ یوسفِ کنعان...... مظہرِ حالاتِ مضمرہ...... مخبرِ اخبارِ ماضیہ...... واقفِ امورِ مستقبلہ...... عالمِ احوالِ کائنہ...... حافظِ حدودِ شریعت...... ماحیِ کفر و بدعت...... قائدِ فوجِ اسلام...... دافعِ جیوشِ اصنام...... نگینِ خاتمِ سروری...... خاتمِ نگینِ پیغمبری...... فاتحِ مغلقاتِ حقیقت...... سرِّ اسرارِ طریقت...... یوسفِ کنعانِ جمال...... سلیمانِ ایوانِ جلال...... منادیِ طریقِ رشاد...... سراجِ اقطار و بلاد...... اکرمِ اسلاف ...... اشرفِ اشراف...... لسانِ حجت...... طرازِ مملکت...... نورسِ گلشنِ خوبی ...... چمن آرائے باغِ محبوبی...... گلِ گلستانِ خوش خوئی...... لالۂ چمنستانِ خوب روئی...... رونقِ ریاضِ گلشن...... آرایشِ نگارستانِ چمن...... طرۂ ناصیۂ سنبلستان...... قرۂ دیدۂ نرگستان...... گل دستۂ بہارستانِ جنان...... رنگ افزائے چہرۂ ارغواں...... ترطیبِ دماغِ گل روئی...... طراوتِ جوئے بارِ دل جوئی ...... تراوشِ شبنمِ رحمت...... توتیائے چشمِ بصیرت...... نسرینِ حدیقۂ فردوسِ بریں...... رَوحِ رائحہ روحِ ریاحین...... چمن خیابانِ زیبائی...... بہار افزائے گلستانِ رعنائی...... نخل بند بہارِ نو آئین ...... رنگ آمیز لالہ زارِ رنگین ...... رنگ روئے مجلس آرائی...... رونقِ بزمِ رنگیں ادائی...... گل گونہ بخش چہرۂ گل نار...... نسیمِ اقبالِ بہارِ از ہار...... نکہت عنبر بیزانِ گل زار...... نفحۂ مشک ریزانِ موسمِ بہار ...... اصلِ اصول...... سرا بستانِ ملکوت...... شیخِ فروغِ نخلستانِ ناسوت ...... فارسِ میدانِ جبروت...... شہ سوارِ مضمارِ لاہوت...... قمری سرو

یکتائی ...... تدرو باغِ دانائی ......شاہ بازِ آشیانِ قدرت ...... طاوسِ مرغ زارِ جنت ......شگوفۂ شجرۂ محبوبیت ......ثمرۂ سدرۂ مقبولیت ......نوبادۂ گل زارِ ابراہیم ......نورسِ بہارِ جنتِ نعیم ...... اعجوبۂ صنعت کدۂ بوقلموں ...... زینتِ کارگاہِ گونا گوں ......لعلِ آب دارِ بدخشانِ رنگینی ......دُرِّ یتیم گوش مہ جبینی ......جگر گوشۂ کانِ کرم ......دست گیرِ درماندگانِ اُمم ......یاقوتِ نسخۂ امکان ......روحِ روانِ عقیق ومرجان ......خزانۂ زواہرِ ازلیہ......گنجینۂ جواہرِ قدسیہ......گوہرِ محیطِ احسان ...... ابرِ گہر بارِ نیساں ......لؤلؤے بحرِ سخاوت وعطا ...... گہرِ دریاے مروت وحیا......مشک بارِ صحراے ختن ......گل ریز دامن گلشن ......غالیہ ساے مشامِ جان ......عطر آمیز دماغِ قدسیاں ...... جوہرِ اعراض وجواہر......منشاے اصنافِ زواہر......مخزنِ اجناسِ عالیہ......معدنِ خصائصِ کاملہ......مقومِ نوعِ انساں ......ربیعِ فصلِ دوراں ......مکملِ انواعِ سافلہ......مربیِ نفوسِ فاضلہ...... اخترِ برجِ دل بری ......خورشیدِ سماے سروری ......آبروے چشمۂ خورشید...... چہرہ افروز ہلالِ عید...... ہلالِ عیدِ شادمانی...... بہارِ باغِ کام رانی......صفاے سینۂ نیّرِ اعظم ......نورِ دیدۂ ابراہیم وآدم......زیبِ نجمِ گلستاں ......گلِ ماہ تابِ باغِ آسماں ......مُشرقِ دائرۂ تنویر......مَشرقِ آفتابِ منیر......شمسِ چرخِ استوا ...... چراغِ دودمانِ انجلا......مجلیِ نگارخانۂ کونین ......سیارۂ فضاے قاب قوسین ......زہرۂ جبینِ انوار......غرۂ جبہۂ اسرار......عقدہ کشاے عقدِ ثریا......ضیاے دیدۂ یدِ بیضا......نورِ نگاہِ شہود...... مقبولِ ربِّ ودود ...... بیاضِ روے سحر...... طرازِ فلکِ قمر......جلوۂ انوارِ ہدایت ......لمعانِ شموسِ سعادت ......نورِ مردمکِ انسانیت...... بہاے چشمِ نورانیت ......شمعِ شبستانِ ماہِ منور......قندیلِ فلکِ مہر انور...... مطلعِ انوارِ ناہید......تجلیِ برق وخورشید......آئینۂ جمالِ خوب روئی...... برقِ سحابِ دل جوئی ......مشعلِ خورتابِ لامکاں ......تربیعِ ماہ تابِ درخشاں

......سہیلِ فلکِ ثوابت ......اعتدالِ امزجۂ بسائط......مرکزِ دائرۂ زمین وآسماں ......محیطِ کرۂ فعلیت وامکاں ......مربع نشینِ مسندِ اکتائی ......زاویہ گزینِ گوشۂ تنہائی ......مسند آراے ربعِ مسکوں ......رونقِ مثلثاتِ گردوں ......معدنِ نہارِ سخاوت......منطقۂ بروجِ سعادت ......اوجِ محدبِ افلاک ......رونقِ حضیضِ خاک ...... اسدِ میدانِ شجاعت ...... اعتدالِ میزانِ عدالت ...... سطحِ خطوطِ استقامت ...... حاویِ سطوحِ کرامت......طبیبِ بیمارانِ ضلالت ...... نباضِ محمومانِ شقاوت ...... علاجِ طبائعِ مختلفہ...... دافعِ امراضِ متضادہ ...... جوارشِ مریضانِ محبت ...... معجونِ ضعیفانِ امت......قوتِ دل ہاے ناتواں ......آرامِ جاں ہاے مشتاقاں ......تفریحِ قلوبِ پژمردہ......دواے دل ہاے افسردہ...... مقدمۂ قیاسِ معرفت......ممہدِ قواعدِ محبت ......عقلِ اول سلسلۂ عقول......مبدءِ ضوابطِ فروع واصول ......نتیجۂ استقراے مبادیِ عالیہ......خلاصۂ مدارکِ ظاہرہ وباطنہ ...... رابطۂ علت ومعلول ...... واسطۂ جاعل ومجعول ...... مدرکِ نتائجِ محسوسات ...... مہبطِ اسرارِ مجردات ...... جامعِ لطائفِ ذہنیہ...... مجمعِ انوارِ خارجیہ...... حقیقتِ حقائقِ کلیہ...... واقفِ اسرارِ جزئیہ...... مبطلِ مزخرفاتِ فلاسفہ......مثبتِ براہینِ قاطعہ ......اوسطِ طرفینِ امکان ووجوب ...... واسطۂ ربطِ طالب ومطلوب......معلمِ دبستانِ تفرید ...... مدرسِ مدرسۂ تجرید ...... سالکِ مسالکِ طریقت ......داناے رموزِ حقیقت ......اثباتِ وحدتِ مطلقہ ...... برہانِ احدیتِ مجردہ ......خزینۂ اسرارِ الٰہیہ...... گنجینۂ انوارِ قدسیہ...... تصفیۂ قلوبِ کاملہ......تزکیۂ نفوسِ فاضلہ......سرِ دفترِ دیوانِ ازل ...... خاتمِ صحفِ ملل ...... تخمِ مزرعِ حسنات ......ترغیبِ اہلِ سعادات ......جمعِ محاسنِ فتوت......کفایتِ حوائجِ خلقت ...... ہادیِ سبیلِ رشاد......استیعابِ قواعدِ سداد ......شیرازۂ مجموعۂ فصاحت ......بہجتِ حدائقِ بلاغت ......سراجِ وہاجِ ہدایت

......نسخۂ کیمیاے سعادت...... تکمیلِ دلائلِ نبوت......صحیفۂ احوالِ آخرت......
منسح منتہی الارب......لُبِ اصولِ ادب...... بیاضِ زواہرِ جواہر......تمہیدِ نوادرِ
بصائر......مقتداے صغیر وکبیر......مفتاحِ فتحِ قدیر......میزبانِ نزل ابرار......
مفیدِ مستفیدانِ اسرار......قلزمِ دررِ قلائد...... درجِ جواہرِ عقائد......تیسیرِ
اصولِ تاسیس......روضۂ گلستانِ تقدیس......احیاے علوم وکمالات......مطلعِ
اشعۂ لمعات......مقدمۂ طبقاتِ بنی آدم......رہِ نماے دینِ مسلم ومحکم......
تشریحِ حجتِ بالغہ......تصریحِ واقعاتِ ماضیہ......تقریرِ قصصِ انبیا......تحریرِ
معارفِ اصفیا......دلیلِ مناسکِ ملت...... مشقیِ اربابِ بصیرت...... وسیلۂ
امدادِ فتاح......سببِ نزہتِ ارواح......خازنِ کنزِ دقائق......درِ مختارِ بحرِ رائق
......ذخیرۂ جواہرِ تفسیر......مشکوٰۃِ مفاتیحِ تیسیر...... جامعِ اصول......غرائب
معالم......مصدرِ صحاح بخاری ومسلم......منظورِ مدارکِ عالیہ......مختارِ عقولِ کاملہ
......ملتقطِ کتابِ تکوین......نہایتِ مطالبِ مومنین...... انسانِ عیونِ ایمان
......قرۃ عینینِ انسان......منبعِ شریعت وحکم......مجمعِ بحرین حدوث وقدم......
خلاصۂ مآرب سالکین......انتہاے منہاج عارفین......شرفِ ائمۂ دین......
تنزیہہ شریعتِ متین......زبورِ غرائبِ تدقیق......تلخیص عجائبِ تحقیق......ناقدِ
نقدِ تنزیل......ناسخِ توریت وانجیل......حافظِ مفتاحِ سعادت...... کشفِ
غطاے جہالت......واقفِ خزائنِ اسرار......کاشفِ بدائعِ افکار......عالمِ علومِ
حقائق......جذبِ قلوبِ خلائق......زیبِ مجالسِ ابرار......نورِ عیونِ اخیار......
تہذیبِ لطائفِ علمیہ......تجریدِ مقاصدِ حسنہ...... بیاضِ انوارِ مصابیح......توضیحِ
ضیاے تلویح......حاویِ علومِ سابقین......قانونِ شفاے لاحقین......معدنِ
عجائب وغرائب......مدارِ مکارمِ ومناقب......نقش فصوصِ حکمیہ......منتخب جواہرِ
مضیہ......عینِ علم وایقان......حصن حصین امتان......تبیین متشابہاتِ قرآنیہ

......غایت بیان اشاراتِ فرقانیہ......تنقیح دلائلِ کافیہ......تصحیح براہینِ شافیہ......
زُبدۂ اہلِ تطہیر......ملجاے صغیر وکبیر......غواصِ بحارِ عرفان......زُبدۂ اربابِ
احسان......مرقاتِ معارجِ حقیقت......سلمِ مدارجِ معرفت......موضحِ صراطِ
مستقیمِ نجات......اقصیٰ معراجِ اصحابِ کمالات......قوتِ قلوبِ ممکنات......
صفاے ینابیعِ طہارات......وقایہ احکامِ الٰہیہ......افقِ مبینِ انوارِ شمسیہ......
دستورِ قضاۃ وحکام......ایضاحِ تیسیرِ احکام......نورِ انوارِ مطالع......تنویرِ منارِ
طوالع......کمالِ بدورِ سافرہ......طلعتِ بوارقِ متجلیہ......موردِ فتحِ باری......
تابشِ نورِ سراجی......بحرِ جواہرِ درایت......طغرائیِ منشورِ رسالت......عدیمِ اشباہ
ونظائر......امینِ کنوزِ ذخائر......ملخّصِ مضمراتِ عوارف......شرحِ مبسوطِ معارف
......سراجِ شعبِ ایمان......برزخِ وجوب وامکان......دُرِ تاجِ افاضل......
ملتقیٰ بحرِ فضائل......ناطقِ فصلِ خطاب......میزانِ نصابِ احتساب......
منشاے فیضِ وافی......مبدءِ علمِ کافی......تبییضِ دُرِ مکنون......موجبِ سرورِ محزون
......صرحِ برہانِ قاطع......نقایہ دلیلِ ساطع......رافعِ لواے ہدیٰ......حکمتِ
بالغۂ خدا......ضوءِ مصباحِ عنایت......معطیِ زادِ آخرت......عمدۂ فتوحاتِ رحمانیہ
......مخزنِ مواہبِ لدنیہ......نتیجۂ دلائلِ خیرات......لمعانِ مطالعِ مسرات......
قاموسِ محیطِ اتقان......بلاغِ مبینِ فرقان......نہرِ خیابانِ توحید...... نورِ عینِ
خورشید......شمسِ بازغۂ مشارقِ انوار......رونقِ ربیعِ بستانِ ابرار......شناورِ قلزمِ
ملاحت......آب یارِ جوے لطافت......تراوشِ ابرِ سیرابی......ابرِ بہارِ شادابی
......سحابِ دُرافشانِ سخاوت......نیسانِ گہر بارِ عنایت......کوثرِ عرصۂ قیامت
......سلسبیلِ باغِ جنت......آبِ حیاتِ رحمت......ساحلِ نجاتِ امت......
روحِ چشمۂ حیواں......آشناے دریاے عرفاں......محمد شاہدِ دیں جانِ ایماں
......محمد رحمتِ حق لطفِ یزداں......(ﷺ)''(3)

علاوہ ازیں امام احمد رضا محدث بریلوی کی مختلف تصنیفات کے اقتباسات، مولوی شبلی نعمانی کی نثر ''ظہورِ قدسی''، سید سلیمان علی ندوی کے ''خطباتِ مدراس''، مفتی محمد شریف الحق امجدی کی ''نزہتہ القاری شرح بخاری'' کی مختلف جلدیں، پیر کرم شاہ ازہری کی سیرت پر سات مجلدات کو محیط ''ضیاء النبی'' کی جلد 2/3/4/5، اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی مجددی کراچی کی ''جانِ ایمان'' اور ''جانِ جاناں''، ماہر القادری کی ''دُرِّ یتیم'' اور دیگر کتبِ سیرت وغیرہ نثری نعت کے نہایت خوبصورت اور دل کش نمونوں کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ متذکرۂ بالا کتب سے بعض کی عبارتیں ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے :

''ہم سر اس کا دیکھا نہ سنا، فرِ رسالت اس سے پیدا، اور افسرِ شفاعت اس پر زیبا، سرفرازانِ عالم اس کی سرکار میں فرقِ ارادت زمینِ انکسار پر رکھتے ہیں اور سرشارانِ بادۂ نخوت اپنی سرکشی اور خودسری سے توبہ کرتے ہیں ......

.... روے روشن زلفِ سیاہ میں نمایاں ہے، یا نورِ بصر مُردَمکِ چشم سے درخشاں، ماہِ دو ہفتہ پُر نور عارض سے تاباں، شمسِ بازغہ اس کے مدرسۂ تنویر میں شمسیہ خواں، لعلِ بدخشاں کا اس کی رنگینی سے دم فنا اور گلستانِ ارم کا صرصرِ خجالت سے رنگ ہَوا۔ اس عارضۂ پُرنور کے عشق میں رنگِ رخسارِ سحر فق ہے۔

اور سینۂ ماہ شق، مراءتِ خیال کو سکتہ، چراغِ صبح سسکتا، مطبخِ گل زار سرد، رنگِ شفق زرد، دلِ شبنم افسردہ، روے گل پژمردہ، دُر با گریاں، مرجانِ بے جان آئینۂ حیران، خورشید سرگرداں، شمعِ چراغِ سحر، عقیق خون در جگر، لالۂ خونین کفن، قمری طوقِ غم بہ گردن، یاقوت بے دم، لعل زیر بارِ غم، یدِ بیضا دست بر دل، تدرو بے تیغِ بسمل، بلبل کو اس گلستانِ خوبی کی یاد میں سبق بوستان فراموش، اور مرغِ چمن اس گلِ رنگین کے شوق میں روز و شب نالاں و مدہوش، آئینۂ حلب پر اگر وہ سرِّ عرب عکس افگن ہو سوزِ محبت سے گل جائے، اور ورقِ گل پر اگر وصفِ عارضِ رنگین زیبِ رقم ہو پیرہن میں پھولا نہ سمائے۔ یا ایہا المشتاقون بنورِ جمالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ۔''(4)

☆

''ہاں! جشن کی وہ رات، راتوں کی سرتاج...... رشکِ شبِ قدر، ...... نازشِ لیلۃ القدر ...... ہاں! اس رات ستارے چمک رہے تھے...... چاندنی کھل رہی تھی...... نور کی چادر پھیلی ہوئی تھی...... فضائیں مہک رہی تھیں، ہوائیں چل رہی تھیں، خاموشیاں مسکرا رہی تھیں...... وہ آنے والا پیکرِ بشری میں آ رہا تھا...... ہاں! رات گذر گئی، وہ آ گیا...... صبح ہو گئی، ہر طرف چہل پہل ہے...... ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہیں...... ماں خوش ہو رہی ہیں...... دادا عبدالمطلب مسکرا رہے ہیں...... چچاؤں کے دل کی کلیاں کھل رہی ہیں...... خوشی میں باندیوں کے بندھن کھل رہے ہیں...... سدا کے اسیروں کو آزادیاں مل رہی ہیں...... اللہ اللہ! وہ پیارا، ماں کا دُلارا، سیہ کاروں کا سہارا کیا آیا عالم میں بہار آ گئی...... اُس کی آمد آمد کی ساتویں دن خوشی منائی گئی ...... دادا نے نام رکھا...... محمد...... مگر یہ نام تو قرنوں پہلے رکھا جا چکا تھا......''(5)

☆

''حسن و جمال کا یہ داتا...... جس نے سارے عالم کو حسن و جمال کی بھیک بانٹی...... جس کے صدقے کائنات کے ذرّے ذرّے پر نکھار آیا ...... جو کائنات کا سنگھار ہے...... دیکھیے دیکھیے، آگے قدم بڑھا رہا ہے...... رُخ سے پردہ اٹھانے والا ہے...... جلوہ دکھانے والا ہے...... مگر وہ تو آدم (علیہ السلام) کی تخلیق سے پہلے بھی نبی تھا...... دیکھنے والوں نے اسے دیکھا بھی تھا...... مگر ہم نے نہ دیکھا تھا...... ہم کو دکھایا جانا تھا...... اسی لیے نا معلوم کب سے اُس کی رسالت و ختمیّت کی بات ہو رہی تھی...... اس کے آنے سے صدیوں پہلے اس کے آنے کی خبریں دی جا رہی تھیں...... ذرا ماضی کی طرف چلیے، دور...... بہت دور...... سنیے سنیے......نو عمری کا زمانہ ہے، چچا کے ساتھ شام کے سفر پر جا رہے

ہیں، اچانک بحیرہ راہب کی نظر پڑتی ہے، بے ساختہ پکار اٹھتا ہے یہ بچہ وہی نبی ہے جس کی عیسیٰ (علیہ السلام) نے بشارت دی تھی...... پھر جب جوانی میں تجارت کے لیے تشریف لے گئے تو نسطورا راہب کی نگاہ پڑ گئی وہ بھی پکار اٹھا آپ اس امت کے نبی ہیں ......''(6)

☆

''جب وہ جانِ راحت کانِ رافت پیدا ہوا...... بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور ربِّ ھب لی اُمّتی فرمایا...... جب قبر شریف میں اُتارا گیا؛ لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سُنا؛ آہستہ آہستہ اُمتی فرماتے تھے...... قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے...... تانبے کی زمین...... ننگے پاؤں...... زبانیں پیاس سے باہر...... آفتاب سروں پر...... سایے کا پتا نہیں...... حساب کا دغدغہ...... مَلِکِ قہار کا سامنا...... عالم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا...... مجرمانِ بے یار دامِ آفت کے گرفتار...... جدھر جائیں گے سوا نفسی نفسی اِذہبوا الیٰ غیری کچھ جواب نہ پائیں گے...... اُس وقت یہی محبوبِ غم گسار کام آئے گا...... قفلِ شفاعت اس کے زورِ بازو سے کھل جائے گا...... عمامہ سرِ اقدس سے اُتاریں گے اور سر بسجود ہو کر ''اُمتی'' فرمائیں گے...... وائے بے انصافی! ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جاں نثار کرنا اور مدح وستایش ونشرِ فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب...... یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور اِن روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے......''(7)

☆

''عبداللہ کے یتیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی قانونِ فطرت کے مطابق جوان ہو گئے...... وہ جسمانی اعتبار سے بھی انتہائی صحت مند متناسب الاعضاء اور حسین وجمیل تھے...... سپیدی میں سرخی ملی ہوئی رنگت...... دل میں گھر کرنے

والی حسین وسیاہ آنکھیں...... کشادہ پیشانی...... موزوں قد...... اور وہ سب کچھ جسے حسن و جمال کی معراج اور دل کشی و رعنائی کا منتہائے کمال کہہ سکتے ہیں...... کسی آدمی کے قد وقامت کی بہت سے بہت تعریف ان لفظوں میں کی جاسکتی ہے کہ وہ سرو قد اور شمشاد قامت ہے...... مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدِ موزوں کو یہ تشبیہیں اور استعارے چھو بھی نہیں سکتے ؎

ترا چو سر نخوانم کہ سرو سرتاپا
ہمہ تن است تو از پاے بسر جانی

لالہ وگل...... یاسمین ونسترن...... سنبل ونرگس...... آفتاب...... ماہ تاب...... لعلِ یمن...... دُرِ عدن...... مشکِ ختن...... عنبرِ سارا...... تبسمِ سحر اور شگفتِ غنچہ...... انسان کے حسن و جمال اور اس کی خوبی و رعنائی کے یہ تمام استعارے ہیں...... مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جمال کی شرح وتفسیر کے لیے یہ سب کے سب استعارے ناتمام...... ادھورے اور تشبیہ ومماثلت کی سطح سے بہت فروتر ہیں ؎

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

جہاں شعر وادب کے ان استعاروں اور تشبیہوں کی انتہا ہوتی ہے...... وہاں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حسن وخوبی کا آغاز ہوتا ہے...... محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنا جواب ہیں ؎

دونوں جہان آئینہ دکھلا کے رہ گئے
لانا پڑا تمہیں کو تمہاری مثال میں (8)

☆

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) عالم میں خدا کی تعلیم وہدایت کے شاہد ہیں...... نیکوکاروں کو فلاح وسعادت کی بشارت سنانے والے مبشر ہیں...... اُن کو جو ابھی تک بے خبر ہیں، ہشیار اور بیدار کرنے والے نذیر ہیں...... بھٹکنے والے

مسافروں کو خدا کی طرف پکارنے والے داعی ہیں......اور کو دہمہ تن نور ہیں اور چراغ ہیں......یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی راستہ کی روشنی ہے ...... جو راہ کی تاریکیوں کو کافور کررہی ہے...... یوں تو ہر پیغمبر خدا کا شاہد، داعی، مبشر اور نذیر بن کر اس دنیا میں آیا ہے ......مگر یہ کل صفتیں سب کی زندگیوں میں عملاً یکساں نمایاں ہو کر ظاہر نہیں ہوئیں ...... بہت سے انبیا تھے جو خصوصیت کے ساتھ شاہد ہوئے ...... جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام وغیرہ بہت سے تھے جو نمایاں طور پر مبشر بنے...... جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت سے تھے جن کا خاص وصف نذیر تھا...... جیسے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام بہت سے تھے جو امتیازی حیثیت سے داعی تھے...... جیسے حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام لیکن وہ جو شاہد ......مبشر......نذیر......داعی ......سراجِ منیر سب کچھ بیک وقت تھا......اور جس کے مرقعِ حیات میں یہ سارے نقش و نگار عملاً نمایاں تھے......وہ صرف محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰت والتحیات تھے اور یہ اس لیے ہوا کہ آپ دنیا کے آخری نبی بنا کر بھیجے گئے تھے ......جس کے بعد کوئی دوسرا آنے والا نہ تھا آپ ایسی شریعت لے کر بھیجے گئے جو کامل تھی ......جس کی تکمیل کے لیے پھر کسی دوسرے کو آنا نہ تھا......

آپ کی تعلیم دائمی وجود رکھنے والی تھی ......یعنی قیامت تک اس کو زندہ رہنا تھا......اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو مجموعۂ کمال اور دولتِ بے زوال بنا کر بھیجا......

حواشی

(1) پیر کرم شاہ ازہری، علامہ: ضیاء النبی، مطبوعہ دہلی، ج2، ص174/175

(2) پیر کرم شاہ ازہری، علامہ: ضیاء النبی، مطبوعہ دہلی، ج2، ص365

(3) نقی علی خاں بریلوی، علامہ: تفسیرِ سورۂ الم نشرح، رضوی کتاب گھر دہلی، ص4/7

(4) نقی علی خاں بریلوی، علامہ: سرور القلوب بذکرِ المحبوب، فاروقیہ بک ڈپو، دہلی، ص119/120

(5) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: جانِ جاناں، رضوی کتاب گھر، دہلی، 1990، ص49/50

(6) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: جانِ جاناں، رضوی کتاب گھر، دہلی، 1990، ص57

(7) احمد رضا بریلوی، امام: مجموعۂ رسائل نور اور سایا، رضا اکیڈمی ممبئی، 1998ء، ص73

(8) ماہر القادری: دُرِ یتیم، فرید بک ڈپو، دہلی، 2003ء، ص61

(9) سید سلیمان ندوی: خطباتِ مدراس، ادارۂ مطبوعاتِ طلبہ، اچھرہ، لاہور، 1995ء، ص23/24

باب دوّم

نعت گوئی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ

باب دوّم

نعت گوئی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ

میثاق النبیین نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقطۂ آغاز ہے۔قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ لاکھوں برس پہلے ابھی دنیا بھی آباد نہ ہوئی تھی ، ابھی نورِ محمدی (ﷺ) دنیا میں ظہور پذیر بھی نہ ہوا تھا کہ دنیا میں آنے والے ہزاروں پیغمبروں سے ان کے پروردگار جل جلالہٗ نے ایک تاریخی اور یادگار عہد لیا۔خود ربِ کائنات جل جلالہٗ اس عہد کو ان الفاظ میں یاد دلا رہا ہے:

> اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا......
>
> ’’جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا‘‘............فرمایا:............’’کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟‘‘............سب نے عرض کیا:............’’ہم نے اقرار کیا‘‘ ....فرمایا : ....’’تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔‘‘(1)

میثاق النبیین کے نام سے یاد کی جانے والی یہ عظیم الشان محفل نعت کی اولین محفل تھی جس کا امیر خود ربِ کائنات جل جلالہٗ تھا۔اور محفلین میں انبیا ورسل تھے۔اس امر سے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،طوطیِ ہند امیر خسرؔو نے کیا خوب کہا ہے ؎

خدا خود میرِ مجلس بود، اندر لامکاں خسرؔو
محمد (ﷺ) شمعِ محفل بود شب جاے کہ من بودم

میثاق النبیین کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیا و

مرسلین اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھنے والے افراد کو اس حقیقت کا علم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا اور پھر اسی نور سے کائنات کی ہر چیز پیدا فرمائی۔ اور یہ خوش خبری سنائی کہ لوحِ محفوظ پر سب سے پہلے لکھے جانے والے نہ صرف اعلیٰ مرتبت ہوں گے بلکہ نورِ ازل بھی کہلائیں گے اور خاتم الانبیا کے طور پر اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ آپ کی ولادتِ باسعادت کا وقت متعین تھا۔ لیکن آپ کا ذکرِ خیر ہر دور میں ہوتا رہا۔ آسمانی صحیفوں اور کتابوں میں بھی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوش خبریاں اور بشارتیں موجود ہیں۔ انجیل برناباس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے آنکھ کھولی تو فضاؤں میں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا دیکھا۔ تحریر دیکھ کر وہ بڑے حیران ہوئے، بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ کیا مجھ سے پہلے بھی انسان تھے؟ اس بارگاہِ عالی سے جواب آیا :

''اے میرے بندے آدم! تمہارا آنا مبارک ہو۔ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا ہے اور جس کا نام تو نے دیکھا وہ تیرا ہی بیٹا ہے لیکن وہ آج سے سالوں بعد اس دنیا میں آئے گا اور میرا پیغمبر ہوگا۔ اس کے لیے میں نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ جب آئے گا تو دنیا کو روشن کردے گا۔ یہ وہی ہے جس کی روح تخلیقِ کائنات سے ساٹھ ہزار برس پہلے ایک آسمانی نور کی شکل میں تھی۔'' (2)

حضرت آدم علیہ السلام نے یہ سن کر رب تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ کلمۂ طیبہ کے دونوں جز ان کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں پر آجائیں۔ خدا کی شان سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے پر ''لا الہ الا اللہ'' اچانک ظاہر ہوا اور الٹے ہاتھ کے انگوٹھے پر ''محمد رسول اللہ''۔ یہ دیکھتے ہی آپ نے بے تابانہ انگوٹھوں کو چوم لیا اور فرمایا :

''مبارک ہو وہ دن جس دن تو اس دنیا میں تشریف فرما ہو۔'' (3)

علاوہ ازیں دیگر انبیائے کرام نے بھی اپنی اپنی امتوں کو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ

وسلم کی ولادت کا مژدہ سنایا ہے۔ بعثتِ نبوی سے تقریباً ڈھائی ہزار برس پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بشارت دی :

''شیلون (نبی الامان) کے ہاتھ پر بنی اسرائیل کا ملک اور شریعت ختم ہوجائے گی۔'' (4)

حضرت داؤد علیہ السلام کیا فرما رہے ہیں؟ سنیے سنیے:

''وہ آرہا ہے۔ وہ زمین کی عدالت کرنے کو آرہا ہے۔ وہ صداقت سے جہاں کی اور اپنی سچائی سے قوموں کی عدالت کرے گا۔'' (5)

اور سنیے سنیے اللہ کے حضرت اشعیاہ علیہ السلام کیا فرما رہے ہیں:

''☆اے آسمان کان بن جا! اور اے زمین خاموش ہوجا!

☆اے پہاڑو! سب دم بخود ہوکر سنو!

☆بنی اسماعیل میں سے ایک پیغمبر پیدا کروں گا جو بہرے کانوں کو سننے والا بنادے اور اندھی آنکھوں کو بینا کردے۔

☆ جو دل پردے میں چھپے ہوئے ہیں ان کے پردے اتار پھینکے اور باہر لے آئے اس کی پیدائش کی جگہ مکہ ہوگی اور اس کی ہجرت کی جگہ طیّبہ ہوگی۔ (6)

ولادتِ نبوی سے دو ہزار برس پہلے موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بشارت دی اور آپ کی مندرجہ ذیل نشانیاں بیان فرمائیں :

''(1) وہ غیب کی خبریں بتائیں گے۔

(2) حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد ہوں گے۔

(3) میری شریعت کو منسوخ کریں گے۔

(4) بے پڑھے ہوں گے۔

(5) امانت دار ہوں گے۔

(6) کسی کو قتل نہیں کریں گے۔'' (7)

انجیل برناباس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ آنے والے رسول کا کیا نام ہوگا، تو آپ نے فرمایا:

''اس کا نام محمد ہوگا، کیوں کہ اللہ نے جس وقت اس کی روح پیدا کی یہی نام رکھا اور اس نور کو ایک آسمانی نور میں رکھا تھا اور فرمایا تھا......

محمد انتظار کیجیے کیوں کہ میں تیری خاطر جنت ، دنیا اور بہ کثرت مخلوق پیدا کروں گا، جس پر آپ کو گواہ بناؤں گا...... جو تجھ پر سلام بھیجے گا اس پر سلام بھیجا جائے گا۔''(8)

اور انجیل یوحنا میں یوں ہے کہ:

''ساری چیز اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں ، جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی ......اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھا۔''(9)

ہر دور میں انبیا علیہم السلام آپ (ﷺ) کی آمد آمد کی بشارتیں دیتے رہے اور آرزوئیں کرتے رہے۔ چناں چہ تعمیرِ کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا:

''اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انھیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انھیں خوب ستھرا فرمائے۔ بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔(10)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ آخری اعلان فرمایا:

''اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور اُن رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام ''احمد'' ہے۔''(11)

حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے علاوہ حضرت عیسیٰ، حضرت اشعیاہ،

حضرت دانیال، حضرت ابراہیم و اسماعیل، حضرت ارمیاہ، اور حضرت ہبقوق علیہم السلام نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی عظیم خوش خبریاں سنائیں۔ یہ بشارتیں ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل، ایک سے ڈھائی ہزار برس کے درمیان سنائی گئیں۔ مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار تمام انبیاے کرام کی امتوں اور نیک بندوں کو تھا۔ یہی وجہ ہے کہ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے بعد شاہِ حبش نجاشی، عبداللہ بن سلام، کعب احبار، سلمان فارسی (رضی اللہ عنہم) کہ علماے یہود و نصاریٰ میں تھے۔ ان حضرات نے توریت، انجیل اور انبیاے کرام کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کی تصدیق کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان میں شاہِ حبش نجاشی کے علاوہ جملہ حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت نصیب ہوئی جس پر تمام موجوداتِ عالم کو بے پناہ رشک ہے۔

درج بالا ایمان افروز پس منظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ذہن نشین کریں کہ عربی زبان کا ایک لفظ ''نعت'' جو تعریف و توصیف، ثنا و ستایش اور مدح و خوبی کے معنی میں مستعمل رہا اور لغات در لغات صدیوں سفر کرتے ہوئے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی تعریف و توصیف کے لیے مختص ہوگیا اب یہ تعریف نثر میں ہو یا نظم میں نعت تصور کی جانے لگی، یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ایسا ہے تو آسمانی کتابوں، صحیفوں اور انبیاے سابقین کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بشارتوں اور پیش گوئیوں کو نعت کے نقطۂ آغاز سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

الف: تہنیت ناموں کا رواج ولادتِ باسعادت سے قبل

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ آسمانی کتب و صحائف میں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر بڑے واضح انداز میں ملتا ہے۔ انھیں بشارتوں کو لے کر کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کی ولادت سے قبل اپنی عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کیا ہے اور یہ صرف عربی نثر و نظم نہیں بلکہ عبرانی، سریانی اور دوسری زبانوں میں بھی ملتا ہے۔ ان نذرانۂ عقیدت کو ہم نعت نہیں بل کہ نعت ہی سے ہم رشتہ ''تہنیت نامہ'' سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ اس لیے کہ نعت کے لوازمات یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات اور آپ کے جود و سخا، شمائل و

فضائل، عادات واطوار اور سارے محامد ومحاسن آپ کی بعثت کے بعد ہی کائنات کی توجہ کا مرکز و محور بنے۔تاریخی کتابوں میں ولادتِ باسعادت سے قبل لکھے گئے بہت سے تہنیت ناموں کا ذکر ملتا ہے۔ان تہنیت ناموں میں یمن کے بادشاہ تبّع اوّل (حمیر بن وردع) کے تہنیت نامے کو محققین اولیت کا درجہ دیتے ہیں۔اس ضمن میں ڈاکٹر سید شمیم گوہر نے یوں اظہارِ خیال کیا ہے:

"جہاں تک شاعری کی زبان میں مدح ونعت کا تعلق ہے بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار سال قبل شاید سب سے پہلی بار تبع حمیری بادشاہ یمن نے نعتیہ شاعری کی ابتدا کی اور اس نے شاعری کی بنیاد رکھی۔

کتب تواریخ میں منقول ہے کہ بعثت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار سال قبل تبع بادشاہ یمن ممالک مشرقیہ کی فتح کے لیے نکلا تو اس کا گزر مدینہ منورہ سے بھی ہوا۔وہ اپنے بیٹے کو مدینہ منورہ میں خلیفہ مقرر کر کے خود شام وعراق کی طرف روانہ ہوگیا۔بادشاہ کی روانگی کے بعد لوگوں نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا بادشاہ کو خبر ہوئی تو انتقام لینے کے لیے فوراً پلٹا اور قتل عام کا حکم دے دیا۔علمائے یہود کہنے لگے تمہیں معلوم ہے یہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی مقدس ہجرت گاہ ہے یہاں تمہارا یہ حکم ہرگز جاری نہ ہوگا، بادشاہ اپنے ارادے سے باز آیا اس کے سینے میں عقیدت ومحبت رسول کی کرن جاگی اور اس کے ہمراہ جو ۴۰۰ علما آئے تھے انہوں نے یہاں سے جانا پسند نہ کیا۔اس سے پہلے ایک گھر پیغمبر آخر الزماں کے لیے بھی تعمیر کرایا اور اللہ کے آخری پیغمبر کے نام انتہائی عقیدت مندانہ خط لکھا اس پر سونے کی مہر لگا کر یہودی عالم شامون کے حوالے کیا اور یہ وصیت کی کہ اگر تجھے پیغمبر آخر الزماں کا دیدار نصیب ہو جائے تو میرا یہ خط ان کی خدمت میں حاضر کرنا ورنہ تیری اولاد میں سے جس کے زمانے میں بھی ان کا ورود ہو وہ میرا خط ان کی بارگاہ میں حاضر کر دے چناں چہ حضرت ابو

ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو شامون کی اکیسویں پشت میں تھے حضرت ابولیلیٰ کے ذریعہ وہ خط حضرت رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں مکہ شریف بھجوایا اور مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی حضرت ابولیلیٰ نے بارگاہ نبوت میں وہ خط پیش کیا تو آپ نے فرمایا میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔آپ نے تین بار فرمایا "مرحبا لاخی الصالح"، بادشاہ یمن نے اپنے خط میں جو اشعار لکھے تھے وہ یہ ہیں: ؎

شهدت علیٰ احمد انه
رسول من الله باری النسیم
فلو مره عمری الیٰ عمره
لکنت وزیر اله وابن عم

(ترجمہ) میں حضور احمد مجتبیٰ کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ بلاشبہ اس اللہ کی جانب سے رسول ہیں جس نے مٹی سے انسان کو پیدا کیا، اگر آپ کے ظہور مبارک کے زمانے تک زندہ رہا تو میں ان کا وزیر اور ابن عم ہوں گا۔"(12)

بادشاہ یمن تبع حمیری کے تہنیت نامے کے علاوہ بھی تاریخی کتابوں میں دیگر تہنیت ناموں کا ذکر ملتا ہے۔جن میں مرہ بن کعب، حضرت عبدالمطلب، حضرت آمنہ، حضرت عکان بن عوامر وغیرہ اور ایک فرشتے کی تہنیت کا ذکر ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی نے اپنے تحقیقی مقالہ "نعتیہ روایت کا عروج وارتقا" میں تفصیل سے کیا ہے۔پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی مجددی نے اپنی کتاب "جانِ جاناں" کے صفحہ ۳۵ پر بدھ مت کے بانیِ اول گوتم بدھ کی پیش گوئیوں کو نقل کیا ہے۔گوتم بدھ کی اس پیش گوئی کو بھی تہنیت ناموں کے زمرے میں شامل کر سکتے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً پانچ سو برس پہلے بدھ مت کا بانیِ اول گوتم بدھ ہندوستان میں پیدا ہوا۔اس نے واضح الفاظ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ

وسلم کے متعلق پیش گوئیاں کی ہیں ۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

☆ میرے بعد ایک اور پیغمبر ’’میتریا‘‘ آئے گا...... سنسکرت میں ’’میتریا‘‘ کے معنی رحیم ، مہربان ، یا رحمتِ عالم اور مہربانِ عالم کے ہیں ۔قرآن حکیم میں صاف لفظوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ’’رحمۃ للعالمین‘‘ کہا گیا ہے۔

جب گوتم بدھ کا انتقال ہونے لگا تو اس کے خادم نے پوچھا کہ اس کے بعد ان کی کون رہنمائی کرے گا؟...... گوتم بدھ نے جو جواب دیا اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک نشانی بتا دی تا کہ کسی شک کرنے والے کے دل میں شک نہ رہے............ اُس نے کہا:

☆ میں ہی اکیلا رسول نہیں ہوں ، جو دنیا میں آیا اور نہ میں آخری رسول ہوں ......اپنے وقت پر ایک رسول آئے گا۔

☆ مقدس نورٌ علیٰ نور

☆ جو علم و حکمت کی تعلیم دے گا۔

☆ جو قدرت کے سارے غیبوں سے واقف ہوگا۔

☆ جو سراپا شان ہی شان ہوگا۔

☆ جو نوعِ انسانی کا مثالی قائد ہوگا اور جن وانس کا معلم۔

☆ وہ الٰہی حقیقتیں اس طرح کھولے گا جس طرح میں کھولتا ہوں۔

☆ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے گا۔

☆ حقیقت میں اس کا مذہب بہترین مذہب ہوگا۔

☆ وہ شان وشوکت اور افضل و بزرگی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ جائے گا۔

☆ وہ میری طرح سچائی کی زندگی گذارے گا۔

☆ اس کے پیروکار ہزاروں کے حساب سے بڑھیں گے۔

☆ وہ سراپا رحمت ہی رحمت ہوگا۔

گوتم بدھ نے ایک ایسی بھی پیش گوئی کی ہے جو ہر شک کرنے والے کے دل سے شکوک وشبہات کے سارے خس و خاشاک دور کر دیتی ہے۔ سنیے وہ کیا کہتے ہیں:

اس کی وحی بڑی فصیح ہوگی ، جو اس کو سنیں گے وہ سن کر کبھی نہ تھکیں گے، بلکہ زیادہ سے زیادہ سننا چاہیں گے۔‘‘

واضح ہو کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے بعد اور بچپن سے عالمِ شباب تک آپ کو جتنے لوگوں نے بھی دیکھا آپ کی تعریف وتوصیف بیان کی۔ان کلمات کو نعت کے زمرے میں رکھا جا سکتا ہے۔اس ضمن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی پیکر سے متعلق عرب کی بدّو خاتون اُمِّ معبد کے اس بیان کو بہ طورِ مثال پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا جو اس نے اپنے خاوند کو دیا :

’’ام معبد کہنے لگی۔ میں نے ایک ایسا مرد دیکھا جس کا حُسن نمایاں تھا، جس کی ساخت بڑی خوب صورت اور چہرہ ملیح تھا۔نہ رنگت کی زیادہ سفیدی اس کو معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اس میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بڑا حسین، بہت خوب رو۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں، پلکیں لانبی تھیں۔اس کی آواز گونج دار تھی۔سیاہ چشم ۔سرگین۔دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے۔گردن چمک دار تھی۔ ریشِ مبارک گھنی تھی۔جب وہ خاموش ہوتے تو پُر وقار ہوتے۔جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پُر نور اور بارونق ہوتا ۔شیریں گفتار۔گفتگو واضح ہوتی نہ بے فائدہ ہوتی نہ بے ہودہ۔گفتگو گویا موتیوں کی لڑی ہے جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ با رعب اور جمیل نظر آتے۔اور قریب سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین دکھائی دیتے۔قد درمیانہ تھا۔نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو بُرا لگے۔نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں۔آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ کی مانند تھے جو سب

سے سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ایسے ساتھی تھے جوان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ اگر آپ انہیں کچھ کہتے تو فوراً تعمیل کرتے۔ اگر آپ انہیں حکم دیتے فوراً بجالاتے۔ سب کے مخدوم۔ سب کے محترم۔'' (13)

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد حسن و جمال کے بارے میں دو چار یا دس بیس کی یہ رائے نہ تھی بل کہ ہر وہ شخص جس کو قدرت نے ذوقِ سلیم کی نعمت سے نوازا ہوتا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اسی طرح مسحور ہو جایا کرتا اور ہر ایک کی زبان سے بے ساختہ آپ کے حسن و جمال کی تعریف نکلنے لگتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دیکھتا سو جان سے قربان ہونے لگتا دوست، دشمن، اپنے اور بے گانے میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔

ولادتِ باسعادت سے قبل اور بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اسی طرح جاری رہی اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلانِ نبوت کا حکم دیا اور وحی کے ذریعہ آپ پر قرآنِ کریم نازل کیا تو ساری دنیا نے دیکھا کہ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے ساتھ ہی اللہ رب العزت کی عظمت اور وحدانیت کا آئینہ دار ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ستایش کا مظہر بھی۔ خالق کائنات نے اس مقدس کتاب میں جگہ جگہ اپنی حمد و ثنا بھی فرمائی ہے اور اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفات بھی بیان کی ہیں۔ مثال کے طور پر :

وَمَا اَرسَلنکَ اِلَّا کَا فَّةً لِّلنَاس (اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔ سورہ سبا آیت 28) اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم (بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔ سورہ قلم آیت 4) مَا کَانَ مُحَمَّدُ' اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُم وَلٰکن رَّسُولَ اللّٰہِ و خاتَمَ النبیین (محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ سورہ احزاب آیت 40) اِنَّا اعطینک الکوثر (اے محبوب بیشک ہم نے تمھیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ سورہ کوثر آیت 1) لاتَرفَعُوا اَصواتَکُم فَوقَ صوتِ النَّبی (اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی

آواز سے۔ سورحجرات آیت 2) قد جآءکُم مِنَ اللّٰہِ نورُ' وَّکِتابُ' مُّبین (بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ سورہ مائدہ آیت 15) یَا اَیُّھَا النَّبِیُ اِنَّا اَرُسَلنکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیرًا (بیشک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ سورہ فتح آیت 8) وَرَفَعنا لَکَ ذِکُرَک (اور ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کر دیا۔ سورہ انشراح آیت 4) وَلَو اَنَّھُم اِذ ظَلَمُوا اَنفُسَھُم جَآءُ وُکَ فَاستَغفِرُاللّٰہَ وَاستَغفَرَ لَھُمُ الرَّسُولُ لَوَ جَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیمًا (اور وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ سورہ نسآء آیت 64) وَمَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی اِن ھُوَ اِلَّا وَحیُ' یُّوحیٰ (اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔ سورہ نجم آیت 3/4) وَمَا اَرسَلنکَ اِلَّا رَحمَةَ لِّلعالَمِین (اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔ سورہ انبیاء آیت 107)

یہاں چند آیات ہی نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے مگر حق تو یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بے شمار جگہوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کیا ہے اور ان پر خود درود و سلام بھی بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بالکل ہی منفرد انداز میں اپنے محبوب کی تعریف یوں بھی کی ہے کہ لَا تَجعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُولِ بَینَکُم کَدُعَآءِ بَعضِکُم بَعضًا (رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ سورہ نور آیت 63) یہ شان اور مرتبہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے محبوب کو بخشا۔ یہ بات قرآن شریف سے اس طرح ثابت ہے کہ خالقِ کائنات نے ''یا آدم، یا موسیٰ اور یا عیسیٰ'' کے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب نہیں کیا بل کہ انھیں بڑے احترام سے ''یا ایھا الرسول، یا ایھا النبی، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر'' وغیرہ کہہ کر پکارا ہے۔ اور بلاشبہہ انھیں ایسی شان اور وجاہت عطا کی ہے جو کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آئی۔ یہاں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ قرآنِ کریم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بھی ہے اور کامل و اکمل ترین اوّلین درس گاہِ نعت بھی۔

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ نعت نثر میں بھی لکھی جاتی ہے اور نظم میں بھی۔ رفتہ رفتہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کرنے والے تمام الفاظ، فقرے، جملے، مصرعے، نظمیں، غزلیں، مثنوی اور قصیدے نعت کی صنف میں شمار ہونے لگے اور اس طرح نعت گوئی کا آغاز ہوا۔

ب: اوّلین نعت گوشعراء

اس مقام پر پہونچ کر ان حضرات کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا جنھیں اوّلین نعت گوشعرا میں شمار کیا جاتا ہے۔ جہاں تک اولین نعت گوشعرا کی بات کی جاتی ہے تو اس سلسلے میں عربی ادب کے نعتیہ کلام کے محققین اور مورخین اولین نعت گوشعرا کی حیثیت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدِ گرامی جناب عبدالمطلب، چچا ابوطالب، میمون بن قیس اعشیٰ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے اسمائے گرامی کا ذکر کرتے ہیں۔ ان حضرات میں ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی جناب ابوطالب کو اولیت دیتے ہیں۔

اعلانِ نبوت کے بعد کفّارِ مکہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی اور خصومت کو دیکھ کر جناب ابوطالب نے فطری جذبے میں ڈوب کر آپ ﷺ کی حمایت اور اپنے خاندان بنو ہاشم کی عظمت اور برتری جتانے کے لیے ایک پُر جوش قصیدہ رقم کیا تھا اسے ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے پہلی نعت قرار دیا ہے، وہ تحریر کرتے ہیں:

> ''سیرت النبی میں ابن ہشام نے اس قصیدے کے سات شعر نقل کیے ہیں جس کو ہم پہلی نعت قرار دے رہے ہیں۔ کیوں کہ اس قصیدے سے پہلے کا کوئی کلام ایسا نہیں ملتا جس میں براہِ راست نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت یا مدح ہو۔
>
> **اذا اجتمعت یومًا قریش لمفتخر　　　فعبد مناف سرها و صمیها**
>
> (ترجمہ) اگر قبیلۂ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لیے جمع ہوں کہ ان کا سرمایۂ فخر کیا ہے تو ان کو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر جو عبدِ مناف کی شاخ ہے

> وہی قبیلہ کی روحِ رواں اور اصل ہے۔
>
> **وان حصلت اشراف عبد منافها　　　وفی هاشم اشرافها و قدیمها**
>
> (ترجمہ) اور اگر عبدِ مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جستجو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے تو وہ بنو ہاشم میں اپنی سربلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے۔
>
> **وان فخرت یومـا محمدا　　　هوالمصطفیٰ من سرها و کریمها**
>
> (ترجمہ) اور بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہوگا کہ محمد ان سب میں منتخب ترین، باعثِ عظمت و سربلندی ہیں۔
>
> **وتداعت قریش غثها و سمینها　　　علینا فلم تظفر و طاشت حلومها**
>
> (ترجمہ) قبیلۂ قریش کے اچھے بُرے سبھی ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں لیکن وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئے اور ان کے داناوں کی دانائیاں ہَوا میں اڑ گئیں۔
>
> **و کن قدیما لا تقر ظلامة　　　اذا ماثنوا و صعرا الخدد و نقیمها**
>
> (ترجمہ) ہم لوگ وہ ہیں جو کبھی بھی مظلومیت کی حالت اپنے لیے قبول نہیں کی اور دشمنوں نے جب ہم سے منہ ٹیڑھا کیا تو ہم نے انہیں سیدھا کر دیا۔
>
> **ونحمی حماها کل یوم کریهة　　　ونضرب عن احجارها من یروم بها**
>
> (ترجمہ) ہم اپنے خاندان کے ناموں کے محافظ ہیں جنگ کے مواقع پر ہمارے قلعوں پر جس نے نگاہ اٹھائی اس کو ہم نے مار بھگایا۔
>
> **نبا انتعش العود الدواء وانما　　　با کنا فنا تندی وتمنی ارمها**
>
> (ترجمہ) حالتِ امن و دوستی میں ہم وہ ہیں جن کے سایے میں خشک ٹہنیاں بھی نہال ہو جاتی ہیں اور اس کی جڑیں نرم اور بار آور ہونے لگتی ہیں۔'' (14)

اس قصیدے کے علاوہ ابوطالب کا ایک اور قصیدہ ہے جو پچانوے اشعار پر مشتمل ہے جس کا حکایتی پس منظر اس طرح ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت و تبلیغ کا کام انجام دینے لگے تو ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ممکن مدد کی۔ قریش ابوطالب کے

بائیکاٹ سے کتراتے تھے۔لیکن جب بغض وعناد کا جوالامکھی اپنی آخری منزل پر پہونچا تو لوگ ابو طالب کے پاس حاضر ہوئے اور مطالبہ کیا کہ آپ محمد بن عبداللہ کی سرپرستی سے ہاتھ اٹھالیں اسی موقع پر ابوطالب نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر ایک ایسا پُرجوش اور ولولہ انگیز قصیدہ کہا جس کا ایک ایک شعر جوشِ محبت اور اثر انگیزی میں اپنی مثال آپ ہے۔

اس قصیدہ میں جناب ابوطالب نے قریش کے لوگوں کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کی ہے اور جنگ سے پیدا ہونے والے ہول ناک مناظر کی عکاسی کرتے ہوئے اس کے نقصانات شمار کرائے ہیں یہ ساری باتیں بیان کرتے ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر پر پہونچے تو ایک ایسا نعتیہ شعر آپ کی زبان سے نکلا کہ اگر وہ اس شعر کے علاوہ نعتیہ شاعری میں کچھ اور نہ کہتے جب بھی ہمیشہ کے لیے اوّلین نعت گو کی حیثیت سے آپ کا نام آبِ زر سے لکھا جاتا وہ شعر یہ ہے ۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

ترجمہ: وہ روشن اور تابناک چہرے والے جن کے صدقے میں بادلوں سے پانی مانگا جائے وہ یتیموں کے والی اور بیواوں کے سرِّ پناہ ہیں۔

علاوہ ازیں جناب ابوطالب کے وہ اشعار جو رسول اللہ ﷺ کی عظمت و برتری ظاہر کرنے کے لیے آپ نے قلم بند کیا تھا وہ آج بھی جب ہماری زبان پر آتے ہیں تو قلب کو گرما دیتے اور روح کو تڑپاتے ہیں، جناب ابوطالب نے ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہو کر کہا تھا ۔

کذبتم و بیت اللہ نترک بمکة	و تطعن الا امرکم فی بلا بل
کذبتم و بیت اللہ نبذی محمداً	ولما نطاعن دونه ونناضل
ونسلمه حتیٰ نقرع حوله	ونذهل عن ابنا ئنا و الهلائل

ترجمہ :(1) بیت اللہ کی قسم! تم لوگ غلط سمجھتے ہو کہ ہم مکہ چھوڑ دیں گے اور یہاں

سے کوچ کر جائیں گے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تم سب ہی کشمکش میں مبتلا ہو۔

(2) تم غلط سمجھتے ہو بیت اللہ کی قسم! ہم محمد کو مغلوب نہ ہونے دیں گے حالانکہ اب تک ان کی حمایت میں مدافعانہ جنگ بھی نہیں کی ہے اور نہ ہی قوت آزمائی ہی کی ہے یعنی جب تک کہ ان کی طرف سے لڑ کر جان قربان نہ کر دیں گے ہم ایسا نہ ہونے دیں گے۔

(3) اور کیا ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے بغیر اس کے کہ ان کے گرد و پیش اپنے بیوی بچوں کو فراموش کر کے اپنی جانیں قربان نہ کر لیں۔

جناب ابوطالب کا مشغلہ شعر و شاعری نہیں تھا لیکن وہ اس کے رموز و اسرار سے بہ خوبی واقف تھے قدرت نے ان کی طبیعت میں شعر گوئی کی ایسی صلاحیت ودیعت کی تھی کہ ذرا سی فکر کو مہمیز لگائی اور فوراً شعر موزوں ہو کر زبان پر آ گئے۔

مذکورہ بالا بحث اوّلین نعت گوئی کی ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اوّلین نعت گو شعرا میں اوّلین نعت گو کی حیثیت سے کسی ایک کا تعین کیا جا سکے، یوں تو متعدد محققین نے اپنی اپنی تحقیقات کے ذریعہ مختلف افراد کو اوّلین نعت گو قرار دیا ہے۔ مثلاً ڈاکٹر سید شمیم گوہر نے تبع حمیری بادشاہِ یمن کو اوّلین نعت گو قرار دیا ہے۔ محمد شہاب ظفر اعظمی نے اوّلین نعت گو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ گرامی جناب عبدالمطلب کو قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برق دانا پوری نے میمون بن قیس اعشیٰ کو اوّلین نعت گو قرار دیا ہے۔ لیکن نعتیہ ادب کے معروف محققین ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری اور ڈاکٹر سراج احمد بستوی وغیرہ کے نزدیک اوّلین نعت گو ہونے کا شرف ابوطالب ہی کو حاصل ہوا ہے۔ مؤخر الذکر محققین کی آرا بہ ایں معنی مستحکم معلوم ہوتی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے قبل لکھے گئے مدحیہ اشعار کو نعت کا سرنامہ نہیں دیا جاتا، جس کی تحقیق ہو چکی ہے کہ وہ نعت نہیں تہنیت نامے ہیں، اور اوّل الذکر محققین نے جن حضرات کو اوّلین نعت گو قرار دیا ہے اُن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب ولادتِ باسعادت سے قبل کی ہستیاں ہیں۔ متذکرہ بالا تحقیق کی روشنی میں اسی خیال کو تقویت ملتی ہے کہ

جناب ابوطالب ہی کو اوّلین نعت گو ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

بعد ازاں عربی، فارسی، اردو کے علاوہ جہاں جہاں اسلام پہونچا وہاں نعتیہ شاعری بھی پہونچی، اور اہلِ محبت نے اپنے اپنے علاقے کی زبانوں اور بولیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ نعت کی آفاقیت اور اس کی ہمہ گیری و ہمہ جہتی کا یہ عالم ہے کہ اس کو زمان و مکان، زبان و ادب، تہذیب و ثقافت، رنگ و نسل، فکر و نظر اور مذہب و ملّت میں قید نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں نعت کا سرمایہ کرۂ ارض پر بولی اور سمجھی جانے والی ہر اس زبان و ادب میں پایا جاتا ہے جس کے حوالے سے لوگ محسن انسانیت ، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم المرتبت شخصیت سے واقف ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی شخصیت سے صرف مسلم ہی نہیں بل کہ غیر مسلم حضرات بھی کچھ اس طرح متاثر ہوئے کہ انھوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم گیریت کو محسوس کرتے ہوئے نعتیہ اشعار کہہ کر اپنے دلوں کو گرمایا ہے۔ ان غیر مسلم شعرا میں اکثر کے نعتیہ کلام تو اتنے موثر اور دل پذیر ہیں کہ پڑھ کر دل اش اش کر اُٹھتا ہے یوں لگتا ہے جیسے ان حضرات میں نسلی اور رواجی مسلمانوں سے کہیں زیادہ عقیدت مندی ہے۔

غرض یہ کہ نعت گوئی کبھی بھی زمان و مکان، زبان و ادب، تہذیب و ثقافت، رنگ و نسل، فکر و نظر اور مذہب و ملّت کی پابند نہیں رہی، چناں چہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے اب تک مختلف زبانوں میں شعرا، نثر نگار، مسلم اور غیر مسلم سبھی نعت کہتے آئے ہیں۔ یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ مسلمان جس علاقے میں بھی پائے جاتے ہیں وہاں زبان و ادب میں نعت کے گلہائے رنگا رنگ پیش کرتے رہتے ہیں اور اپنے اپنے انداز سے بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ عقیدت و محبت نچھاور کرتے رہتے ہیں۔

حواشی

(1) قرآنِ حکیم: سورۂ آل عمران، آیت 81

(2) انجیل برناباس: مطبوعہ کراچی، 1978ء، باب 3، ص 50

(3) انجیل برناباس: مطبوعہ کراچی، 1978ء، باب 3، ص 50

(4) توریت: تکوین، سفر الاستثناء، مطبوعہ 1944ء، 49:

(5) زبور: ۹۲، ۱۳، بہ حوالہ: علامہ قتیل دانا پوری، محمد رسول اللہ آسمانی صحائف میں مشمولہ: ماہ نامہ استقامت، کان پور، رسول نمبر ۱۹۸۵ء ص ۷۹

(6) محمد افضل شریف: بشارات، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۸۱، ۸۲۔
بحوالہ جانِ جاناں: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقش بندی، ص ۴۱، ۴۲

(7) توریت: خروج، سفر الاستثناء، مطبوعہ 1944ء، 17:19، 18:20

(8) انجیل برناس: مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء، باب ۹۷، ص ۱۲۳، باب ۹۶-۹۹، ص ۱۱۱-۱۱۲

(9) انجیل یوحنا: ۲-۴

(10) قرآن حکیم سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹

(11) قرآن حکیم سورۂ صف آیت ۶

(12) سراج احمد بستوی، ڈاکٹر: نعتیہ رویت کا عروج وارتقا، دہلی 2002ء، ص 32

(13) پیر کرم شاہ ازہری، علامہ: ضیاء النبی، مطبوعہ دہلی، ج 2، ص 174 / 175

(14) عبد اللہ عباس ندوی، ڈاکٹر: عربی میں نعتیہ کلام، مطبوعہ لکھنؤ، ص 33

ج: عربی میں نعت گوئی

جناب ابو طالب نے نعت گوئی کی جس روایت کو قائم کیا اور ان سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ مقدسہ میں جو تہنیت نامے بعثت و ولادت سے قبل بیش تر حضرات نے پیش کیے اس کی روش اتنی مبارک و مسعود تھی کہ ان گنت حضرات نعت گوئی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے عربی زبان میں عہد رسالت مآب ﷺ میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اور پھر عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، اولیاے کاملین اور پھر شعراے کرام نے عربی زبان و ادب کو فروغ دیتے ہوئے نعت گوئی کے فن کو مسلسل جاری رکھا اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی عقیدت و محبت کے گلہاے رنگا رنگ کو نعتیہ اشعار کی شکل میں پیش کیا۔

عربی کے جن نعت گو شعرا کا ذکر نعتیہ تاریخ و ادب کے حوالے سے ملتا ہے ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے :

جناب ابو طالب (م 10 نبوی)، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (م 13ھ)، حضرت عمر فاروق (م 23ھ)، حضرت عثمان غنی (م 35ھ)، حضرت علی مرتضیٰ (م 40ھ)، حضرت حسان بن ثابت (م 675ء)، اعشیٰ قیس، حضرت کعب بن زہیر، حضرت حمزہ (م 3ھ)، حضرت عباس، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک، حضرت عباس بن مرداس، حضرت مالک بن النمط، حضرت سعد بن وقاص، حضرت ابوسفیان، حضرت امام زین العابدین (م 94ھ)، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ (م 150ھ)، حضرت ابوبکر محی الدین ابن عربی، حضرت شرف الدین بوصیری (م 697ھ)، ابن جابر اندلسی (م 780ھ)، ابن نباتہ مصری (م 768ھ)، شہاب الدین محمود الحلبی، عبد الرحمٰن بن خلدون (م 732ھ)، علامہ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ)، شیخ عبدالغنی نابلسی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م 1052ھ)، شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی (م 1142ھ)، غلام علی آزاد بلگرامی (م 1200ھ)، علامہ فضل حق خیر آبادی (م 1278ھ)، مولانا احمد رضا بریلوی (م 1340ھ)، مولانا حامد رضا بریلوی (م 1362ھ) وغیرہ۔ لہٰذا ان میں چند منتخب نعت گو شعرا کا عربی نعتیہ کلام نشانِ خاطر ہو۔

کلامِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م 13ھ)

جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف قصد فرمایا تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرطِ رنج والم میں ڈوب کر یہ اشعار کہے:

لما رأیت نبینا متجندلا
ضاقت علیٰ برضهن الدور

فارتاع قلبی عند ذٰلک لهلکه
والعظم منی ماحییت کسیر

یالیتنی من قبل یهلک صاحبی
غیبت فی جدثٍ علیَّ صخور

ترجمہ:
(1) جب میں نے اپنے نبی کو وفات یافتہ دیکھا، تو مکانات اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے۔
(2) اس وقت آپ کی وفات سے میرا دل لرز اٹھا اور زندگی بھر میری ہڈی شکستہ رہے گی۔
(3) کاش! میں اپنے آقا کے انتقال سے پہلے قبر میں دفن کر دیا گیا ہوتا اور مجھ پر پتھر ہوتے۔ (1)

☆

کلامِ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ (م 23ھ)

جس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے اس وقت یہ نعتیہ کلام حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پیش فرمایا:

الحمد لله ذی المن الذی وجبت
لـه علينا آبادما لها غير
وقد ظلمت ابنة لخطاب ثم هدی
ربی عشية قالوا صبا عمر
وقد ندمت علیٰ ماكان من زال
بظلمها حين تتلی عندها السور
لما دعت ربها ذالعرش جاهدة
والدمعی من عينها عجلان يبتدر
فقلت اشهد ان الله خالقنا
وان احمد فينا اليوم مشتهر
نبی صدق اتیٰ بالحجة من ثقه
وفی الامانة مافی وعده خور

ترجمہ :(1) تمام خوبیاں اس احسان والی ذات کے لیے ہیں، جس کی وجہ سے ہم کو وہ احسان و نعمت ملی جو دوسروں کے لیے نہیں ہے۔

(2) میں نے بنتِ خطاب (اپنی بہن) پر زیادتی کی پھر میرے رب نے اس شام کو مجھے ہدایت دی جب لوگوں نے کہا کہ عمر آبائی دین سے نکل گیا ہے۔

(3) جو لغزشیں واقع ہو چکی تھیں اس (بنتِ خطاب) پر بوقتِ تلاوت، ظلم کے باعث، اس پر مجھے ندامت ہوئی۔

(4) اور جب اس نے تکلیف سے عرش والے اپنے پروردگار کو پکارا، اور اس کی آنکھوں میں آنسو بڑی تیزی سے رواں ہوا۔

(5) تو میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہمارا خالق ہے اور احمدِ مجتبےٰ آج ہمارے درمیان مشہور و متعارف ہیں۔

(6) کہ وہ سچے نبی ہیں جو مستند دلیل و برہان لائے، اور وہ امانت دار ہیں ان کے وعدے کمزور نہیں۔(2)

کلامِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م 35ھ)

رسول عظيم الشان يتلو كتابه
لـه كل من يبغی التلاوة وامق
محب عليه كل يوم حلاوة
وان قال قولا فالذی قال صادق

ترجمہ :(1) وہ عظیم المرتبت رسول اپنی اس کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں جسے جو بھی پڑھنا چاہا اس کا عاشق ہو گیا۔

(2) وہ محبوب ہیں ان پر ہر روز حلاوت و تازگی ہے اور اگر کوئی بات کہیں تو یقیناً وہ سچی ہے۔(3)

کلامِ حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ (م 40ھ)

فامسیٰ رسول الله قد عز نصره
وكان رسول الله ارسل بالعدل
فجاء بفرقان من اله منزل
مبينة آياته لذوی العقل
فآمن اقوام بذالک ايقنوا
فامسوا بحمد الله مجتمعی الشمل
وانكر اقوام نزاغت قلوبهم
فزادهم ذولعرش خبلا علیٰ خبل

ترجمہ :(1) رسول اللہ کی تائید و نصرت زوردار ہو گئی، اور آپ عدل و انصاف کے ساتھ مبعوث کیے گئے تھے۔

(2) وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ فرقانِ حمید لے کر آئے جس کی آیات اربابِ دانش کے لیے روشن و واضح ہیں۔

(3) تو اس پر بہت سے لوگ ایمان لائے اور اس کا یقین کیا جس کی وجہ سے وہ بحمدہٖ تعالیٰ مربوط و منظم ہو گئے۔

(4) اور کچھ لوگ اس سے منکر ہوئے تو ان کے دلوں میں کجی آ گئی اور ربِ عرش نے بھی ان کی تباہیوں میں اضافہ کر دیا۔(4)

کلامِ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (م 675ء)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نام آتے ہی ہر عاشقِ رسول (ﷺ) کا ذہن نعت کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یہی وہ خوش نصیب صحابیِ رسول (ﷺ) ہیں جن سے بہ نفسِ نفیس خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نعتیہ اشعار سماعت فرمایا کرتے تھے۔ اور ان ہی کے لیے اپنے مقدس ہاتھوں سے منبر سجایا۔ نعت گوئی سے آپ کا تعلق جسم و روح کی مانند ہے جس طرح روح کے بغیر جسم کا تصور ناقص اور ادھورا ہے اسی طرح حضرت حسان بن ثابت کے بغیر نعتیہ شاعری کا تصور نامکمل ہے۔ آثار میں آپ کے بہ کثرت نعتیہ کلام ملتے ہیں جس کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے اور وہ ایک علاحدہ موضوع ہے یہاں آپ کا ایک نعتیہ کلام پیش ہے :

اغر علیہ للنبوۃ خاتم
من اللہ مشهود یلوح و یشهد
وضم الا له اسم النبی الی اسمه
اذقال فی الخمس الموذن اشهد
وشق له من اسمه یجله
فذو العرش محمود و هٰذا محمد
فامسنی سراجا منیرا و ها دیا
یلوح کما لاح الصیقل المهند
واندر نا نا را وبشر جنة
وعلمنا الاسلام فالله نحمد

ترجمہ:(1) آپ پر مہرِ نبوت درخشاں ہے اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے، چمکتی ہے اور گواہی دیتی ہے۔

(2) اللہ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے مربوط کر دیا اس لیے موذن پانچوں وقت اذان میں اشہد کہتا ہے۔

(3) وہ ایک روشن چراغ، روشنی دینے والے اور ہادی بن کر آئے جن کی چمک ایسی ہے جیسے ہندی تلوار چمکتی ہے۔

(4) اللہ نے اپنے نام سے اپنے پیغمبر کا نام نکالا عرش والا (خدا) محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔

(5) ہمیں جہنم سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی، اسلام سکھایا پس اللہ ہی ہے جس کی ہم حمد کرتے ہیں۔ (5)

☆

کلامِ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (م 95ھ)

ان نلت یا ریح الصبا یوماً الیٰ ارض الحرم
بلغ سلامی رضة فیها النبی المحترم

من وجهه شمس الضحیٰ من خده بدر الدجیٰ
من ذاته نور الهدیٰ من کفه بحر الهمم

اکبادنا مجروحة من سیف هجر المصطفی
طوبی لاهل بلدة فیها النبی المحترم

یا رحمة للعالمین ادرک لزین العابدین
محبوس اید الظالمین فی المرکب والمزدهم

ترجمہ (1) اے بادِ صبا اگر تو کسی دن طیبہ کی سرزمین پر جائے تو میرا سلام اس روضۂ اقدس تک پہنچا۔ جس میں عظمت والے نبی آرام فرما ہیں۔

(2) وہ کون ہیں جن کا چہرۂ مبارک چڑھتا سورج اور جن کا رخسار ظلمتوں کا چاند ہے، وہ کون ہے جن کی ذات ہدایت کا نور ہے اور جن کا دستِ مقدس عزم کا بحرِ بیکراں ہے۔

(3) نبی کی جدائی کی شمشیر سے ہمارے جگر زخمی ہیں۔ اس شہر والے کتنے خوش نصیب ہیں جس میں عظمت و جلال والے نبی تشریف فرما ہیں۔

(4) اے رحمۃ للعالمین! زین العابدین کی دستگیری فرمائیے، جو بھیڑ اور ازدحام میں ظالموں کے ہاتھوں گھرا ہوا ہے۔ (6)

☆

کلامِ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت (م 150ھ)

یـــاسیــد الســـادات جـئتک قــاصــداً
ارجـو ا رضــاک و احتـمــی بـحـمــاک

یــارسـول الـلــه یــا خیـر الخلائق ان لـی
قــلــبــا مشـوقـــا لا یـــروم ســواک

انــت الــذی لــولاک مـــا خـلـق امـر
کـــلا ول خـــلـف الـــوریٰ لـــولاک

انــت الـذی لـمـا رفعـت الیٰ السمآء
بک قـد سـمــت و تـزیـنـت لسـراک

ترجمہ: (1) یارسول اللہ! بندہ حاضرِ دربار ہے، آپ کی خوش نودی اور حفظ واماں درکار ہے۔
(2) یا خیر الخلائق! میرے پہلو میں ایسا دل ہے، جو آپ کا شیدا اور غیر سے بےزار ہے۔
(3) اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی شَے پیدا نہ ہوتی، آپ کے ہونے ہی سے یہ گلشن وگلزار ہے۔
(4) آپ کی معراج سے آسمانوں کو بلند رتبہ ملا، آپ پر ہر ستارہ اور سیارہ فخر کرتا ہے۔(7)

☆

کلامِ امام بوصیری (م 697ھ)

امــن تــذکــر جیـران بـذی سـلـم
مـزجـت دمـعـاً جریٰ من مقلة بدم

ام هبـت الـریـح مـن تلقاء کاظمة
واومـض البـرق فـی الظلماء من اضم

هـو الـحبیب الـذی تـرجیٰ شفاعته
لـکـل هـول مـن الاهـوال مـقتحم

یـا اکـرم الـخـلـق مـالی من الوذبه
سـواک عـنـد حلول الحادث العمم

ترجمہ: (1) کیا ہم سایوں کی یاد سے جو ذی سلم تھے، تیری آنکھ سے خون آلودہ آنسو جاری ہیں۔
(2) یا ہوا آ رہی ہے کاظمہ کی جانب سے یا کوہِ اظم کی طرف سے بجلی چمکتی ہے اور تجھے وہاں کی یاد خون رُلا رہی ہے۔
(3) وہی حبیبِ لبیب ہیں کہ امید کی گئی ہے اُن کی شفاعت کی ہر شدت و مصیبت میں، شدتوں اور مصیبتوں سے جو سختی کے ساتھ ان کے غلاموں پر نازل ہو چکی ہیں۔
(4) اے بہترین کریمِ عالم! آپ کے سوا میرے لیے کوئی جگہ نہیں جہاں پناہ لوں مصیبتوں کے عام نزول کے وقت۔(8)

☆

کلامِ علامہ ابن حجر عسقلانی (م852ھ)

نبی اللہ یا خیر البرایاء
بجاھد اتقیٰ فصل القضاء

وارجوا یا کریم العفو عما
جنۃ یدای یا رب الحیاء

مکعب الجود ولا یرضی فداء
لنعلک وھو راس فی السماء

ترجمہ: (1) اے اللہ کے رسول! اے سب سے برگزیدہ انسان! آپ کے طفیل اللہ سے حشر کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

(2) اے بہترین معاف کرنے والے !امیدوار ہوں کہ میرے کرتوت کو آپ نظر انداز کردیں گے اے حیاوشرم کے مالک۔

(3) کعب بن جو سخاوت میں بہت مشہور ہیں وہ میرے نزدیک آپ کی جوتیوں پر قربان کیے جانے کے لائق بھی نہیں ہے، حال آں کہ اس کا شمار سخیوں کے سرداروں میں تھا۔(9)

☆

کلامِ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م1176ھ)

بشارہ عیسیٰ والذی عنہ عبروا
لشدہ باش با لضحوک المحارب

صبیح ملیح ابجح العینین اسکل
فصح لہ الاعجام لیس بشائب

ویاویل قوم اطریٰ بوصف نبیہ
فسماہ رب الخلق اطراء خائب

وقد ساخ فی ارض حصا ن سراقۃ
وفیہ حدیث عن ابرء ابن عازب

ترجمہ: (1) آپ کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی اور بتلایا تھا کہ وہ بہادر اور میدانِ جنگ میں بھی ہنسنے والے ہوں گے۔

(2) آپ خوش رنگ، ملیح، کشادہ چشم، فصیح ہیں، جن کی گویائی میں عجز کا کہیں دخل نہیں۔

(3) وہ لوگ ہلاک ہوجائیں گے جو آپ کی نعت میں مبالغہ کرتے ہیں اور ایک مجرم نعت گو بن کر نبی کو خدا کا مرتبہ دیتے ہیں۔

(4) اور سراقہ کے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس گئے اور اس بارے میں برا بن عازب کی حدیث ہے۔(10)

☆

کلامِ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی (م1200ھ)

قلبی حمام بالمدینة طائر
لکن جسمی موثق فی مصیدِ

قالت لطرفاء الفلاةحمامة
لم ترحین و تفخرین فارشدِ

قالت لها اوما ترین مکانتی
قد کان منا منبر لمحمدِ

ترجمہ: (1) میرا دل مدینہ میں اڑنے والا کبوتر ہے۔
(2) ایک کبوتری نے ایک صحرائی درخت سے کہا تم کس بات پر گھمنڈ کرتے ہو۔
(3) درخت نے جواب دیا تم کو میری حیثیت دکھائی نہیں دیتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر میری لکڑی سے بنا تھا (11)

☆

کلامِ امام احمد رضا محدث بریلوی (م1340ھ)

الحمد للمتوحدِ
بجلالہٖ المتفردِ
و صلوتہ دوماً علیٰ
خیر الانامِ محمدٍ
والاٰل والاصحاب ہُم
ماوای عندالشدائدِ
فالی العظیم توسلی
بکتابہ وبا حمدٍ
وبمن اتیٰ بکلامہٖ
وبمن ھدیٰ وبمن ھُدِی
وبکل من و جدد الرضآ
من عند ربِّ واحدٍ

ترجمہ: (1) خدائے یکتا کی حمد وثنا ہے، وہ اپنے جلال میں یکّہ ویگانہ ہے۔
(2) تمام مخلوق میں سب سے اعلا انسان سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی رحمت ہمیشہ نازل ہوتی رہے۔
(3) اللہ کی رحمت آپ کی آل اور ساتھیوں پر برابر نازل ہوتی رہے، مصائب وتکالیف کے وقت آل واصحاب میرے ملجا وماوا ہیں۔
(4) اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی کتاب (قرآن مجید) اور احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا وسیلہ ہیں۔
(5) بارگاہِ الٰہی میں وہ میرا وسیلہ ہیں جو اللہ کے کلام کو لائے جنھوں نے راہِ راست کی طرف رہنمائی کی اور جن کے ذریعے مخلوق کی ہدایت ہوئی یعنی شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
(6) رضاؔ ہر ایسے برگزیدہ انسان سے متوسل ہے جو اپنے پروردگار کی جانب سے خوش نودی پا چکا ہے۔(12)

حواشی

(1) محمد اکرم رضوی، صوفی: صحابہ کا عشقِ رسول، المجمع الاسلامی، مبارک پور، ص 162

(2) محمد اکرم رضوی، صوفی: صحابہ کا عشقِ رسول، المجمع الاسلامی، مبارک پور، ص 162 / 163

(3) محمد اکرم رضوی، صوفی: صحابہ کا عشقِ رسول، المجمع الاسلامی، مبارک پور، ص 163

(4) محمد اکرم رضوی، صوفی: صحابہ کا عشقِ رسول، المجمع الاسلامی، مبارک پور، ص 163 / 164

(5) سراج احمد بستوی، ڈاکٹر: نعتیہ روایت کا عروج وارتقا، رضوی کتاب گھر، دہلی، ص 81

(6) یٰسین اختر مصباحی، علامہ: المدیح النبوی، مجلس برکات، مبارک پور، ص 102

(7) یٰسین اختر مصباحی، علامہ: المدیح النبوی مجلس برکات، مبارک پور، ص 82

(8) یٰسین اختر مصباحی، علامہ: المدیح النبوی مجلس برکات، مبارک پور، ص 55

(9) یٰسین اختر مصباحی، علامہ: المدیح النبوی مجلس برکات، مبارک پور، ص 102 / 103

(10) اسماعیل آزاد فتح پوری، ڈاکٹر: نعتیہ شاعری کا ارتقا، فائن آفسیٹ ورکس، الہ آباد، ص 233 / 234

(11) اسماعیل آزاد فتح پوری، ڈاکٹر: نعتیہ شاعری کا ارتقا، فائن آفسیٹ ورکس، الہ آباد، ص 115 / 116

(12) المیزان: امام احمد رضا نمبر، ج 6، شمارہ 7 / 8 / 9، بابت اپریل، مئی، جون 1976، ممبئی، ص 449

د: فارسی میں نعت گوئی

جب اسلام حدودِ عرب سے نکل کر عجم میں داخل ہوا تو جہاں جہاں گیا وہاں اس نے گہرے علمی، ادبی، تہذیبی اور ثقافتی اثرات مرتب کیے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں اسلامی علوم وادب اور تہذیب وثقافت کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کی روایت کا رواج بھی عام ہوگیا۔ چناں چہ عربی ادب سے نعتیہ روایت کا رواج عجم کی بڑی زبان فارسی میں بھی عام ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے فارسی زبان وادب میں نعت گوئی کا فن ترقی کرتا چلا گیا اور تاہنوز جاری وساری ہے۔ فارسی میں نعت گوئی کی تاریخ کی روایت میں جن شعرا کا تذکرہ ملتا ہے ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں :

ابوالقاسم فردوسیؔ (م 411ھ)، ابوسعید ابوالخیر (م 440ھ)، سید حسنؔ غزنوی، حکیم سنائی (م 545ھ)، خاقانیؔ، نظامیؔ گنجوی (م 596ھ)، شیخ فرید الدین عطارؔ (م 627ھ)، فخر الدین گرگانی، اوحد الدین انوریؔ (م 547ھ)، شمس الدین تبریزؔ، حضرت عبدالقادر جیلانی (م 561ھ)، جلال الدین رومیؔ (م 672ھ)، خواجہ معین الدین حسنؔ سنجری (م 633ھ)، سلمانؔ ساوجی (م 769ھ یا 779ھ)، حافظؔ شمس الدین شیرازی (م 1390ء)، شیخ سعدی شیرازیؔ (م 691ھ)، علامہ عبدالرحمٰن جامیؔ (م 898ھ)، جان محمد قدسیؔ (1056ھ)، حضرت امیر خسروؔ (1325ء)، مخدوم علاوالدین صابرؔ کلیری (م 690ھ)، حضرت بوعلی قلندر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م 1052ھ)، امیر خسروؔ (م 652ھ)، اسد اللہ خان غالبؔ (م 1869ء)، سرسید احمد خان (م 1898ء)، ڈاکٹر شیخ اقبالؔ (م 1938ء)، مولانا احمد رضا خان بریلوی (م 1340ھ) وغیرہ۔

ایران وہند کے ان شعرا کے علاوہ عہدِ جدید کے جن شعرائے فارسی نے فنِ نعت گوئی کو عروج واقبال کی طرف پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ان کے نام یوں ہیں۔ ہلالؔ چغتائی (م 926ھ)، وحشیؔ بافقی (م 991ھ)، محتشمؔ کاشی (م 996ھ)، صائبؔ تبریزی (م 1060ھ)، مشتاقؔ اصفہانی (م 1171ھ)، فتح علی خاں صباؔ (م 1236ھ)، صفیؔ علی شاہ (م 1251ھ)، وصالؔ شیرازی (م 1262ھ)، رجائی (م 1262ھ)، یغمائیؔ جندقی (م 1270ھ) ان میں سے چند شعرائے گرامی کی فارسی نعتوں کا انتخاب نشانِ خاطر ہو :

ابوالقاسم فردوسیؒ (م 411ھ)

اگر دل نخواہی کہ باشد نژند
نخواہی کہ دام بوے در رسند
بوے درد و گیتی زبد رستگار
نکو نام باشی بر کردگار
بگفتار پیغمبرت راہ جوے
دل از تیرگیہا بدیں آب شوے
ترا دین و دانش رہاند درست
رہ رستگاری باید بہ جست
چہ گفت آں خداوند تنزیل وحی
خداوند امر و خداوند نہی (1)

☆

سید حسنؒ غزنوی

منت ایزد بدیں گردونِ اعلا آمدیم
منت ایزد را بدیں درگاہِ والا آمدیم
اشک باراں بادلے پُر آتش چشمے پُر آب
ہمچو ابرِ تیرہ از پستی بہ بالا آمدیم
صاحبِ لو انہم جاوک مارا بار داد
تانہ پنداری کہ بے دستور ایں جا آمدیم
سلموا یا قوم بل صلوا علی الصدر الامیں
مصطفےٰ ماجآء الا رحمۃ للعالمیں (2)

☆

حکیم سنائی (م 545ھ)

گر نہ بودی بود تو موجودِ کلی را وجود
حق بجانِ تو نہ کردی یاد در قرآں قسم
گر نخواندے رحمۃ للعالمیں ایزد ترا
در ہمہ عالم کہ دانستہ صمد را از صنم
چوں لعمرک گفت ایں جا جاے دیگر والضحیٰ
گشت ما روشن کہ تو بوالقاسمی نہ بود الحکم
عالمے بیمار غفلت بود اندر راہِ ولا
حق ترا از حقۂ تحقیق فرمودش نعم (3)

☆

فریدالدین عطارؒ (م 627ھ)

فداک ابی امّی این تمشی
براق آمد مگر بر عزمِ عرشی
ترا چہ عالم و چہ عرش و فرشی
کہ صد عالم ورائے عرش و فرشی
توئی سلطانِ مطلق در دوعالم
کہ خط دادند انس و جان و وحشی
چوں دائم رحمۃ للعالمینی
ازاں جرمِ دوعالم را بہ بخشی
فسبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ
الیٰ الجبروت والملکوت کلہٖ (4)

☆

مولانا جلال الدین رومیؒ (م 672ھ)

قصۂ رازِ حلیمہ گویمت
تا ز داند داستانِ او غمت
مصطفٰی را چوں ز شیر او باز کرد
بر کفش برداشت چوں ریحان و ورد
می گریزاندش از ہر نیک و بد
تا سپارد آں شہنشہ را بجد
چوں ہمی آورد امانت را ز بیم
شد بکعبہ و آمد او اندر حطیم
از ہوا بشنید بانگے کاں حطیم
تافت بر تو آفتابے بس عظیم
اے حطیم امروز آید بر تو زود
صد ہزاراں نور از خورشید جود
اے حطیم امروز آرس در تو رخت
محتشم شاہی کہ پیک اوست بخت(5)

شیخ سعدیؒ شیرازی (م 691ھ)

کریم السجایا جمیل الشیم   نبی البرایا شفیع الامم
امامِ رسل پیشوائے سبیل   امینِ خدا مہبطِ جبرئیل
شفیع الوریٰ خواجۂ بعث و نشر   امام الہدیٰ صدرِ دیوانِ حشر
کلیمے کہ چرخِ فلک طورِ اوست   ہمہ نورہا پرتوِ نورِ اوست
چو عزمش بر آہیخت شمشیر بیم
بمعجز میانِ قمر زد دو نیم (6)

علامہ عبدالرحمٰن جامیؒ (م 828ھ)

تنم فرسودہ جاں پارہ ز ہجراں یارسول اللہ
دلم پژمردہ آوارہ ز عصیاں یارسول اللہ
چوں سوئے من گزر آری منِ مسکینِ ناداری
فدائے نقشِ نعلینت کنم جاں یارسول اللہ
ز کردہ خویش حیرانم سیاہ شد روزِ عصیانم
پشیمانم پشیمانم پشیماں یارسول اللہ
ز جامِ حبِّ تو مستم بہ زنجیرِ تو دل بستم
نمی گویم کہ من ہستم سخن داں یارسول اللہ
چوں بازوے شفاعت را کشائی بر گناہ گاراں
مکن محرومِ جامیؒ را دراآں یارسول اللہ(7)

☆

حضرت غوثِ اعظم عبدالقادر جیلانی بغدادی (م 561ھ)

غلام حلقہ بگوشم رسولِ ساداتم   زہے نجات نمودن حبیب و آیاتم
کفایت است ز روحِ رسول اولادش   ہمیشہ وردِ زباں جملہ مہمّاتم
ز غیرِ آلِ نبی حاجتے اگر طلبم   روا مدار یکے از ہزار حاجاتم
چوں ذرّہ ذرّہ شود این تنم بخاک لحد   تو بشنوائے صلوٰت از جمیع ذرّاتم
سلام گویم و صلوٰت بر تو ہر نفسے
قبول کن بکرم این سلام و صلواتم(9)

☆

حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسنؔ سنجری اجمیری (م633ھ)

درجاں چوں کرد منزل جانانِ ما محمد
صد در کشاد در دل از جانِ ما محمد
ما بلبلیم نالاں در گلستانِ احمد
ما لولوئیم مرجاں عمّانِ ما محمد
مستغرقِ گناہیم ہر چند عذر خواہیم
پژمردہ چوں گیاہیم بارانِ ما محمد
از دردِ زخمِ عصیاں ماراچہ غم چو سازد
از مرہمِ شفاعت درمانِ ما محمد
ما طالبِ خدائیم بر دینِ مصطفائیم
بر درگہش گدائیم سلطانِ ما محمد
در باغ و بوستانم دیگر مخواں معینؔ
باغم بس است قرآں بُستانِ ما محمد(10)

☆

حضرت امیر خسروؔ (م652ھ)

محمد است چو دریاے رحمت اندر پیش — بہ تن کجا رسد آتش بأمتِ مسکیں
شمار احسن تقویم را بہ تختۂ خاک — وکیست حرفِ مبین وآدم ابجدیستِ دیں
مکونات ز تقدیر جملہ معلومند — صحیح ذاتِ رسول ست وعلتش تکویں
ہموست شمعِ شبستان کن زبور نخست — کہ ہست دروے ازاں نہ پرِ روح نشیں
شدند جان ہمہ تن روح قدس روح اللہ — کہ کے بخندد و میرند پیش آں نشیں
دراں زماں کہ برندم بسوے ظلمت کور
زنور دیں دیم باد شمر راہِ امیں

☆

جان محمد قدسیؔ (م1056ھ)

مرحبا سید مکی مدنی العربی — دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
منِ بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم — اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی
چشمِ رحمت بکشا سوے من اندازِ نظر — اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی
ماہمہ تشنہ لبانیم وتوئی آبِ حیات — رحم فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی
سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوے تو قدسیؔ پے درماں طلبی(11)

☆

ڈاکٹر محمد اقبالؔ (م1938ء)

پیشِ او گیتی جبیں فرسودہ است
خویش را خود عبدہٗ فرمودہ است
عبدہٗ از فہمِ تو بالا تر است
زانکہ او مآدہ و ہم جوہر است
جوہرِ او نَے عرب نَے عجم است
آدم است و ہم ز آدم اقدم است
کس ز سرِ عبدہٗ آگاہ نیست
عبدہٗ جز سرِ الا اللہ نیست
لا الٰہ تیغ و دمِ او عبدہٗ
فاش تر خواہی بگو ہو عبدہٗ
عبدہٗ چند و چگونِ کائنات
عبدہٗ رازِ درونِ کائنات
مدعا پیدا نہ گردد زیں دو بیت
تا نہ بینی از مقام مارمیت(12)

امام احمد رضا محدثِ بریلوی (م1340ھ)

ز عکست ماہِ تاباں آفریدند — ز بوے تو گلستاں آفریدند
نہ از بہرِ تو صرف ایمانیانند — کہ خود بہرِ تو ایماں آفریدند
صبا را مست از بویت بہر سو — چناں افتاں و خیزاں آفریدند
برائے جلوۂ یک گلبنِ ناز — ہزاراں باغ و بُستاں آفریدند
ز مہرِ تو مثالے بر گرفتند — و زاں مہرِ سلیماں آفریدند
چوں انگشتِ تو شد جولاں دہِ برق — قمر راہ بہرِ قرباں آفریدند
ز لعلِ نوش خندِ جانفزایت — زُلالِ آبِ حیواں آفریدند
نہ غیرِ کبریا جان آفرینے — نہ خود مثلِ تو جاناں آفریدند
پئے نظارۂ محبوبِ لاہوت — جبینت آئنہ ساں آفریدند
بنا کردند تو قصرِ رسالت — ترا شمعِ شبستاں آفریدند
ز مہر و چرخ بہرِ خوانِ جودت — عجب قرص و نمکداں آفریدند

زحسنت تا بہارِ تازہ گل
رضایت را غزل خواں آفریدند(13)

☆

حواشی

(1)شاہ نامۂ فردوسی:اورینٹل پبلشنگ ہاؤس،لکھنو،ص110
(2)اسماعیل آزاد فتح پوری،ڈاکٹر:نعتیہ شاعری کا ارتقا،فائن آفسیٹ ورکس،الہ آباد،ص232/233
(3)اسماعیل آزاد فتح پوری،ڈاکٹر:نعتیہ شاعری کا ارتقا،فائن آفسیٹ ورکس،الہ آباد،ص236/237
(4)نقوش رسول نمبر:ادارۂ فروغ اردو،لاہور،ج/10،ص308
(5)مثنوی مولانا روم:دفتر چہارم،ادارۂ استقامت،کانپور،ص77/78
(6)سعدی شیرازی:بوستانِ،سب رنگ کتاب گھر،دہلی،ص9
(7)محمد الیاس،عطّار قادری:مدینے کی مٹھاس،مکتبۃ المدینہ،ممبئی،ص13/14
(8)اسماعیل آزاد فتح پوری،ڈاکٹر:نعتیہ شاعری کا ارتقا،فائن آفسیٹ ورکس،الہ آباد،ص351
(9)ساجد صدیقی والی آسی:ارمغانِ نعت،مکتبۂ دین و ادب،لکھنو،ص54
(10)حضرت معین الدین چشتی،خواجہ:کلامِ عرفاں طراز،سلطان الہند پبلیکیشنز،اجمیر شریف،1992ء،ص122
(11)نقوش رسول نمبر:ادارۂ فروغ اردو،لاہور،ج/10،ص327
(12)غلام مصطفےٰ تبسم،صوفی:سراپردۂ افلاک،ادارہ ثقافتِ اسلامیہ،لاہور،ص108/109
(13)احمد رضا بریلوی،امام:حدائقِ بخشش،رضا اکیڈمی،ممبئی،1997ء،ص253

ہ: دیگر زبانوں میں نعت گوئی

آج اسلام بڑی تیزی سے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں، جاں نثاروں اور فدا کاروں میں مختلف زبان کے افراد شامل ہوتے جارہے ہیں۔اور حضور ختمی مرتبت ﷺ کی محبت والفت کا جذبہ بھی عام ہوتا جارہا ہے ۔بہ ایں وجہ ان افراد نے بھی اپنے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کے لیے نعت گوئی کا سہارا لیا اور کاروانِ نعت کے ہم راہیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ کا باعث بنے۔عربی، فارسی اور اردو کے علاوہ جن زبانوں میں نعت نگاری کا سراغ ملتا ہے ان کے نام یہ ہیں۔چینی، ہاوسا، جرمنی ،فرانسیسی ،انگریزی، بہاری، کردی، گجراتی، مارواڑی، گوجراوی، میواتی، سرائیکی، کشمیری، ہندکو، بنگالی، پشتو، سندھی، حبشی، ترکی، پنجابی، سنسکرت، ہندی، مراٹھی وغیرہ۔

دیگر زبانوں میں نعت گوئی کے ضمن میں درج کی گئی زبانوں کے منتخب نعتیہ کلام ذیل میں خاطر نشین فرمائیں :

جرمنی زبان میں نعت

JOHANN WOLFGANG VON GOETHE

CHUID NAME

Book of Paradise

Huri
Wir sind aus den
Aus Wasser, Elementen gescaffenal,
Feuer, Erd und left.
Unmittelbar und irdiscer duft.
Ist unserm Wesen ganz zuwider.
Wir steigen nie zu euch herniedier.
Doch wenn ihr Kommt. bei uns zurnhn.
Dahben wir genug zu tun.
Denn, sich du, wie Glwbigen Kamen,
Von dem Propheten so whol empfolien,
Bestiz vom Paradise nahmen
Dawraen wir, er befolen.(1)

فرنچ....فرانسیسی زبان میں نعت

HOMAGE TO MOHAMMAD (PBUH)

By: Jagan Nath Azad

Translated by: Mohammed Hamidullah

Saluation a' sa sanctissime personne,
Saluation a' celui dont le temps est fier,
A celue qui fit d'innombrables bienfaits au monde du possible.
Saluation a' celui qui vint comme le protecteur des affliges,
A celui qui resta comme le sanciuare des sans amis comm l'ami des pauvers,
Saluation a' celui qui vint comme misercorde pour les mondes.
Qui vint avec le message de Tami,
comme ledigne de confiance.(2)

انگریزی زبان میں نعت

IN EULOGY OF THE HOLY PROPHET

(May tha choichest blessings of Allah be upon Him)

By: Bashir Hussain Nazim

O my haven and harbour,
Here and here in after,
The abode of existentionalism,
Shines by the benidiction.
The lips of jinn and the human-beings,
Are embellished with the eulogy.
The grandeter of my faith and conviction,
Is thy love and Affection.
And the piller of the palace of my creed,
Is thy love-potion.
Departing to the pwradise from the rasiane,

Is a good-tiding for the men of yearning,
And burning in seperation.
The parched field of soul and sprit,
The bivoucd of hert,
And the camp of essence
Are waiting for the drizzles
Of the Kindness and mercy,
Since the day of Covenant .
O the source of my delight,
O my might,
In my plight,
Sohwer Mercy,
Sohwer Mercy,
Sohwer Mercy(3)

بہاری زبان میں نعت

مناظر احسن گیلانی

پیارے محمد جگ ساجن — تم پہ واروں تن من دھن
تمری صورتیا من موہن — کبھو کراتیو تو درشن
جیا کنھڑی دِلوا ترسے
کرپا کے بدر اکھیا ترسے
تمری دواریا کیسے چھوڑوں — تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں
تمری کلیک دھول بٹوروں — تمرے نگر میں دم بھی توڑوں
جی کا اب ارمان یہی ہے
آٹھوں پہر اب دھیان یہی ہے(4)

☆

کردی زبان میں نعت

خالد نقشبندی

ھامسہ ران نہ سہ ب ھامسہ ران نہ سہ ب
مہ حبو و بیم ھہ ن شای عالی نہ سہ ب
شمس موحہ ممہ د، قورہ یشی و عہ رہ ب
ۂ داش ئا میسہ کنا چدی وہ ھہ ب
تدما می عو مرش شہ صت و سی سالہ دن
باب و با پیرش بہ ی طہ ر زو خالہ ن
عہ بد و للا ،عہ بدو لمو طلہ لیب ہاشم
عہ بد و لمد نافہ ن ، بز نہ ش لازم
نہ کوتا و ندید رز ، پسی و گہ ندم گوون
نہ کہ و تہ ن سایہ ش نہ رووی دنیای دوون(5)

☆

مارواڑی زبان میں نعت

شاہ خلیل الرحمٰن خیل بانسوی

تھاں پر لاکھ ہجار سلام — تھاں پر پڑھا پکار سلام
تھاروں دل بنو گلام — تھاروں پلو لینو نام
تھارو نبی محمد نام
مہارو کرو کبول سلام
تھاں سوکھا لک رکھے سلام — میں بھی تھا پر چھوں بلہار
تھورو عالی چھے دربار — مہاں پر نجر کرو اک بار
تھارو نبی محمد نام
مہارو کرو کبول سلام(6)

میواتی زبان میں نعت

محمد یٰسین عصرو باگھوڑی (لاہور)

جہان یار کو دیار، ھون کو بنوں بھکار
ٹک ایک نظر ہو جائے، اودسا کٹ جائے ساری
کوئی مانگے محل مکان، کوئی مایا اور کرسی
میں مانگوں دید کی بھیک، دیکھ لوں صورت پیاری
وا کی دَین عجیب، انوکھی ہے داتارو
آپ رہے کنگال ، گدا کی بھرے بھکاری
ہے او سخی گھنو داتار، بھرے بن مانگے جھولی
پی پیارے کے دیس فیض کے چشمے جاری
ملے یار سو یار ، ہٹا دوئی کا پڑدہ
ہیا ایک جیو دو کھڑ کہاں یا سو دلداری (7)

سرائیکی زبان میں نعت

امید ملتانی (ملتان)

حبیب رب دا میکوں جاں توں وی پیارا ہے
بلندیاں نے میڈے بخت دا ستارا ہے
خوشا نصیب جو میں ہاں غلامِ سرورِ دیں
ڈو ہاں جہاناں تے میکوں ایہو سہارا ہے
ہر اک نگاہ نے ڈٹھا جو چن تھیا ٹکڑے
میڈے حضور دا کیا دل نشین اشارا ہے
مدد کوں آگئے سرکارِ ڈو جہاں پل وچ
کتھائیں جو بے سروسامان نے پکارا ہے
او نسلِ آدم و حوا دا محسنِ اعظم
میڈی امید دی دنیا کوں جئیں سوارا ہے (8)

کشمیری زبان میں نعت

غلام احمد جنید

لگے یا سیدِ مختار پاری اولوالعزم من اندر چھے تاجداری
بلاشک سارہ نی پیغمبرں پیسٹھ تھرز دیو تمت ژ ء چھونے ذاتِ باری
ہمیشہ سارہ نی پیسٹھ چھک ژ ء سردار ژ ء یہ کن محتاج وقت کاری
تہندے شوقہ نارن سینہ زولم کرو تو مہی رحمتک دریاو جاری
سفر نزدیک است گوس غافل
کرہ منہ و تہ خرء چچی کینسہ تیاری(9)

☆

ہندکو زبان میں نعت

سائیں پشاوری (پشاور)

بیعت سے جنت مکیں ہوئے تیرے دستِ مبارک اصحاب چم کے
بابِ کشورِ علم علی ہوئے تیری زباں رفیع الخطاب چم کے
پایا عرشِ معلٰی دا چند پایا ، تیرے قدم اے والا جنابِ چم کے
سائیاں کعبے قوسین دا سیل کیتا کعبے نمل نے تیری رکاب چم کے(10)

☆

بنگالی زبان میں نعت

قاضی نذرالاسلام

امت امی گنہ گار — تب و بھولے ناہی رے امار
احمد امارا نبی — جبینی خود حبیب خدار
جاں ہارامت ہوتے چاہے شکل نبی — تاں ہاری دامن دھری
پل صراط ہو بو پار — کاندی بے روز حشر شبی (11)

☆

پشتو زبان میں نعت

خوش حال خاں خٹک

دخدائے عرفان مِ و شہ پعرفان د محمد
پاک دے محمد پاک دے سبحان د محمد
را شہ نظر و کرہ پہ طٰہٰ پہ یٰسین باندِ
خدائے دے صفت کرے پہ قرآن د محمد
دیر خل پیدا دے انبیا کہ اولیا دے
نشتہ پہ خلقت کیں یو پہ شان د محمد
خدائے سرہ موسیٰ پہ کوہِ طور کرلے خبرے
دے د عرش د پاسہ لامکان د محمد
لاس دے لکولے ما خوش حالؔ پہ وارہ کرنہ
غم اندوہ مِ نشتہ پہ دامان د محمد (12)

☆

سندھی زبان میں نعت

سید گلؔ محمد شاہ بخاری

ماہِ لقا تو کان سوا سنسار ساروآ عبث
ارض و سما شمس و قمر انوار ساروآ عبث
تو کان سوا سید سچا دولت سچی بیکارا
چاندی ھجی یا سون جو انبار ساروآ عبث
اقرا چنی انسان کی تو علم جو زیور ذنو
علم وعمل جو تو بنا وھنوار ساروآ عبث
تنہنجی ہدایت ئی کیو انسان کی آ کامیاب
ابتر تیو جیکو اھو کردار ساروآ عبث
تنہنجی گری پیدا نیا ارض و سما آب و ہوا
تو کان سوا ہر گلؔ عبث گل زار ساروآ عبث (13)

پنجابی زبان میں نعت

مولانا عبدالستار خاں نیازیؔ (پاکستان)

کالیاں زلفاں والا دکھی دلاں دا سہارا
قسم خدادی مینوں سب نالوں پیارا
کیندی اے حلیمہ مکھ ویکھ لجپال دا
لب کے لیاواں کتھوں سوہنا تیرے نال دا
چودھویں دا چن تے عرشاں دا تارا
قسم خدا دی مینوں سب نالوں پیارا
کرکے اشارہ سوہنا سورج نوں موڑ دا
آپے چن توڑ دا آپے چن جوڑ دا
بگڑی بنا دے میرے نبی دا اشارا
قسم خدا دی مینوں سب نالوں پیارا (14)

دوآبے اور ہریانی میں نعت

نبی محمد رب کے پیارے
سکھ پرجا کے راج دلارے
(تمام مخلوق)

رب کے بھیجے جگ ماں آئے
مہاری کھاطر دیوا لائے
(ہماری خاطر) (چراغ)

کران سرپھ کھدا کی بانی
(قرآن شریف) (خدا) (بولی)
ہمیں سنائی پڑھ کے جبانی
(زبانی)

پاپ کٹے اور پن سنوارے
ہوگے مہارے کل نستارے
(ہمارے) (مغفرت کے ساماں)

چل دلمیرا وا کے ڈگرے
چھوڑ جگت کے رگڑے جھگڑے(15)

☆

سنسکرت زبان میں نعت

سید آلِ رسول حسنین میاں نظمی مارہروی

کوٹی کوٹی پرَ نام نت متسک سکل پرجا جنم
ہے دین بندھو دَیا ندھی ابھی نندنم سوسواگتم
شاہِ اُمم شاہِ اُمم
جنم تتھی دوادش ربیع الاولم شبھ منگلم
پرتبھا ادبھت الوکک پرتیما اتی سُندرم
شاہِ اُمم شاہِ اُمم
تیرتھ روپم سوَرگ سم مکہ نگر اتی پاونم
پنیہ بندو سوشوبھیتم اروآدی جیوتی جم استھلم
شاہِ اُمم شاہِ اُمم
نیتی سرجک دھرم رکھشک نیائے وردھک ستیم
چکر ورتی کرم یوگی یگ پُرش ابھی نندنم
شاہِ اُمم شاہِ اُمم
آتما نرمل ادھر مدھو دیہہ کندن کن چتم
چندر مکھ رتنار منی مانک نین پد پنکجم
شاہِ اُمم شاہِ اُمم
سوَر منوہر شیتلم چھبی موہنی پریہ درشنم
دانی پرم مہاویر ارو کروا ندھی پرشوتّم
شاہِ اُمم شاہِ اُمم
بھومی ون ششی چندر جل وایو گگن گیری سُندرم
سکل جگت ہیں بھجت بھج نظمی تو بھی شاہِ اُمم
شاہِ اُمم شاہِ اُمم(16)

گجراتی زبان میں نعت

ہندی میں نعت

سید آلِ رسول حسنین نظمی میاں مارہروی

حواشی

(1) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص648

(2) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص649

(3) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص655

(4) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص657

(5) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص657

(6) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص661

(7) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص533

(8) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص667

(9) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص666

(10) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص667

(11) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص320

(12) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص665

(13) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص318

(14) محمد عارف رضوی: نور کی برسات، ناز بک ڈپو، ممبئی، ص19/20

(15) طلحہ رضوی برق داناپوری، ڈاکٹر: اردو کی نعتیہ شاعری، دانش اکیڈمی، آرہ، بہار، ص42/43

(16) سید حسنین میاں نظمی، آلِ رسول: بعد از خدا، بزمِ برکاتِ آلِ مصطفےٰ، ممبئی، 2008ء، ص430

(17) مجلّہ اوج: نعت نمبر، شاہدرہ کالج، لاہور، ج2، ص658

و: اُردو میں نعت گوئی

نعت گوئی کی ابتداعربی زبان میں ہوئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پہلا نعتیہ قصیدہ جناب ابوطالب سے منسوب ہے۔حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت کے پہلے شاعر کہلاتے ہیں۔تاریخِ اسلام میں تین نعت گوشعرا حضرت حسّان بن ثابت،حضرت عبداللہ بن رواحہ،حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہم ''شعراے رسول الثقلین'' کے خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ان حضرات کے علاوہ دوسرے صحابۂ کرام نے بھی نعتیں لکھی ہیں۔عربی زبان میں حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ کا نعتیہ قصیدہ ''بُردہ شریف'' بہت ہی مشہور ہے۔نعت گوئی مذہبِ اسلام کے ساتھ ساتھ ساری دنیا میں پھیلی۔جب ایران پر عربوں کا قبضہ ہوا تو نعتیہ شاعری فارسی زبان میں بھی شروع ہوگئی۔سنائؔی،نظامؔی،خاقانؔی،رومؔی،جامؔی،وغیرہ فارسی کے مشہور نعت گوشاعر ہیں امیر خسرؔو،عرفؔی،قدسؔی،امام احمد رضا بریلوی،ڈاکٹر اقبالؔ وغیرہ بھی اپنی فارسی شاعری کے لیے مشہور ہیں۔

مسلمان جب برِّصغیر ہندوپاک میں داخل ہوئے تو عربی،فارسی اور ترکی بولتے آئے اور جب ان کا اقتدار قائم ہوا تو فارسی سرکاری زبان ٹھہری۔تاریخ شاہد ہے کہ حاکم قومیں اپنی زبان اور اپنا کلچر ساتھ لاتی ہیں اور محکوم قومیں جن کی تہذیبی وتخلیقی قوتیں مُردہ ہوجاتی ہیں،اُس زبان اور کلچر سے اپنی زندگی میں نئے معنی پیدا کرکے نئے شعور اور احساس کو جنم دیتی ہیں۔محمد بن قاسم سے محمود غزنوی تک اور محمود غزنوی سے بابر کی فتح تک کا زمانہ تقریباً آٹھ سوسال کو محیط ہے۔ مسلمانوں کا کلچر ایک فاتح قوم کا کلچر تھا۔جس میں زندگی کی وسعتوں کو اپنے اندر سمیٹنے کی پوری قوت موجود تھی۔اس کلچر نے جب ہندوستان کے کلچر کو نئے انداز سکھائے اور یہاں کی بولیوں پر اپنا اثر ڈالا تو ان بولیوں میں سے ایک نئی بولی کا جنم ہوا جو وقت کے تہذیبی،معاشرتی ولسانی تقاضوں کے سہارے مسلمانوں اور برِّصغیر کے باشندوں کے درمیان مشترک اظہار وابلاغ کا ذریعہ بن گئی۔فاتح ومفتوح کے امتزاج سے وجود میں آنے والی اس بولی کو کبھی لشکری تو کبھی ریختہ

کہا گیا اور آج اسی کو''اردو'' کہا جاتا ہے۔

اردو زبان وادب کے نشوونما سے متعلق ماہرینِ لسانیات کے فراہم کردہ مواد،اردو زبان کی اوّلین کاوشات اور بزرگانِ دین کے ملفوظات کی روشنی میں یہ بات قطعیت کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اردو زبان کے فروغ اور اس کے نشوونما میں صوفیاے کرام نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔یہ بے لوث اور مخلص لوگ بندگانِ خدا تک خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے بے تاب تھے۔وہ لوگوں کے دروازوں ہی پر نہیں ان کے دلوں پر بھی دستک دینا چاہتے تھے۔ظاہر ہے اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنا پیغام عوام تک خود ان کی زبان میں پہنچائیں۔چنانچہ صوفیاے کرام نے خواص کی ادبی زبان کے بجاے عوام میں رائج زبان کو اپنی پیغام رسانی کا وسیلۂ اظہار بنایا اور انھیں کی بولی میں تعلیم وتلقین فرمائی۔صوفیاے کرام جس خطے میں جاتے وہاں کی زبان سیکھ کر اس خطہ کے لوگوں تک انھیں کی زبان میں اپنا پیغام پہنچاتے۔اس طرح انھوں نے عوامی زبان کے دائرے کو وسیع کیا اور اپنی ضرورت کے مطابق نئے نئے الفاظ استعمال کرکے اس زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں قابلِ قدر اضافہ کیا۔باباے اردو مولوی عبدالحق صوفیاے کرام کو اردو کا محسن خیال کرتے ہیں۔

اردو زبان اور اردو نظم ونثر کو بنیاد فراہم کرنے والے اور اس کی اوّلین روایتوں کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرنے والے صوفیاے کرام میں امیر خسرؔو،شیخ شرف الدین یحییٰ منیرؔی،خواجہ بندہ نواز گیسودرازؔ،صدرالدین چشتی،شاہ میراں جی شمس العشاق،حضرت قطب عالم،حضرت شاہ عالم،سید محمد اکبر حسینی،سید محمد جونپوری،شیخ بہاوالدین باجن،شیخ ہاشم حسنی علوی وغیرہ کے اسماے گرامی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو ادب کے محققین کی تحقیق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اردو شاعری کی شروعات اصل میں مذہبی شاعری سے ہوئی۔اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو شاعری کی ابتدا نعت گوئی سے ہوئی تو یہ بے جانہ ہوگا۔تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو میں نعت گوئی کے سفر کا آغاز حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسودراز(م825ھ) سے ہوتا ہے،جو ایک صوفی منش،درویش صفت اللہ کے

مقبول ومحبوب بندے تھے۔ فیروز شاہ کے عہد میں 1399ء میں دہلی سے گلبرگہ تشریف لائے۔ آپ حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ دکنی اردو کے سلسلے میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ آپ اپنے خیالات اردو ہی میں ظاہر فرماتے تھے۔ ان کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان کی ہدایت کے لیے آپ نے اپنے خیالات تحریر بھی کیے۔ حضرت بندہ نواز گیسودراز کی کئی تصانیف قرار دی جاتی ہیں۔ بعض محققین کو ان تصانیف کے بارے میں شک بھی ہے۔ ابھی یہ بات پوری طرح تحقیق نہیں ہوسکی ہے۔ حضرت سے منسوب کتابوں میں معراج العاشقین، شکار نامہ، تمثیل نامہ، ہدایت نامہ، چکی نامہ، تلاوت الوجود اور خلاصۂ توحید مشہور ہیں۔ حضرت بندہ نواز کی زبان کھڑی بولی ہے لیکن اس پر پنجابی اور برج بھاشا کا اثر بھی واضح ہے۔ خواجہ صاحب نے 1422ء میں وفات پائی۔ حضرت بندہ نواز کے علاوہ ان کے اہلِ خاندان اور مریدوں نے بھی اردو زبان کی خدمات انجام دیں۔ محققین کا خیال ہے کہ حضرت بندہ نواز نے نعت گوئی کے سفر کا آغاز کیا ِکیا، گویا دبستاں کھل گیا!......اور ہر صاحبِ قلم بلالحاظِ مذہب وملّت اپنی تصنیف وتالیف کی ابتدا حمدِ باریِ تعالیٰ اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سے کرنے لگا۔ اور یہ چلن اس قدر عام ہوا کہ نثر ونظم میں لکھی جانے والی ہر تصنیف کا آغاز حمد ونعت سے کرنا گویا لازمی خیال کیا جانے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو نعت گوئی کے تاریخی سرمایے میں مسلم نعت نگاروں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم شعرا کی سیکڑوں نعتیں نظر آتی ہے۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز نے جس مقدس سفر کا آغاز کیا تھا اس کے راہ رووں کا تذکرہ ’’ہندوستان میں اردو نعتیہ شاعری کا تاریخی جائزہ‘‘ میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

باب چہارم

ہندوستان میں اردو کی نعتیہ شاعری کا تاریخی جائزہ

(1)

پہلا دور (متقدمین نعت گو شعرا)

(815ھ/1412ء سے 1154ھ/1750ء تک)

باب چہارم

ہندوستان میں اردو کی نعتیہ شاعری کا تاریخی جائزہ

1: پہلا دور (متقدمین نعت گوشعرا)

(815ھ/1412ء سے 1154ھ/1750ءتک)

آغاز، عروج اورارتقاء

عرب سے ہندوستان کے تعلقات بہت قدیم اور نا معلوم زمانہ سے ہیں۔عرب ایک ریگستانی ملک ہے چوں کہ زراعت کے لیے اس میں پانی کے ذخیرے اور زندگی بسر کرنے کے لیے روزی کمانے کے امکانات کم ہیں۔اس لیے تجارت عربوں کا اہم پیشہ بن جاتا ہے۔ وہ جہازوں اور اونٹوں کے ذریعہ ناریل، کالی مرچ، لونگ، مشک، مسالے، چاندی اور ہاتھی دانت کی مصنوعات وغیرہ ہندوستان سے یورپ، چین اور عرب کی منڈیوں میں پہنچاتے تھے اور کچا مال مثلاً: نارنگی، انناس، شہتوت اور سیب لاکر ہندوستان کی منڈیوں میں فروخت کیا کرتے تھے۔ خلفاے راشدین کے بعد عرب میں توسیع پسندی کا جذبہ جڑ پکڑنے لگا تو محمد بن قاسم صوبۂ سندھ پر فتح حاصل کر لیتے ہیں مگر ملکِ شام کی مرکزی سلطنت کم زور ہو جاتی ہے اور یہ ہونہار سپہ سالار مرکز کے اشارے سے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ان تاجرانہ تعلقات کے نتیجے میں دونوں ملکوں کی زبان پر صرف اس قدر اثر پڑتا ہے کہ تاجرانہ اشیا اور مصنوعات کے نام دونوں زبانوں میں جوں کے توں یا کچھ تبدیلی سے مستعمل ہوئے۔محمد بن قاسم کے خاصے عرصے کے بعد محمود غزنوی کی مرکزی سلطنت سندھ اور پنجاب تک پھیل جاتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ دولت کی ہوس نے اسے اندھا بنا دیا تھا۔شاید ان کے کردار کی یہ ایک کم زوری ہو مگر وہ بڑے دین دار، دل دار اور فراخ دل بادشاہ تھے۔انھوں نے ہندوستان سے تعلقات استوار کرنے کے لیے اپنی

سرکاری مہر میں سنسکرت کے الفاظ کندہ کرائے تھے۔ان کے عہد میں سنسکرت کی بہت سی کتابیں فارسی میں ترجمہ کی گئیں۔ان کے زمانے میں خواجہ مسعود سعد سلمان جیسا قادر الکلام شاعر پیدا ہوا جس نے عربی، فارسی، ترکی، اور ہندوی (اردو) میں شاعری کی اور اپنے پیچھے تین دیوان چھوڑے۔ پھر غوری دور میں سلطان شہاب الدین کی سلطنت کا رقبہ دہلی تک وسیع ہوا اور قطب الدین ایبک کو دہلی کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ ہندو اور مسلم دونوں قوموں کے تہذیبی، معاشرتی اور لسانی ملاپ سے ایک نئی زبان نے جنم لیا جسے ہندی، ہندوی، ہندوستانی دہلوی، ریختہ وغیرہ کا نام دیا گیا۔ خلجی اور تغلق حکومتوں کے دور میں امیر خسرو کی بلند و بالا شخصیت اردو زبان و ادب کی ابتدائی تشکیل میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ان کے دوہے، نظمیں، انملیاں، مکرنیاں، پہیلیاں، اور لوریاں لسانی اعتبار سے کافی اہمیت کی حامل ہیں۔خسرو پہلے ماہرِ لسانیات تسلیم کیے جاتے ہیں جنھوں نے ہندوستان کی زبانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ایک ہندی دوسری دہلوی، جو دوآبہ کے علاقوں میں بولی جاتی تھی اور جس میں خسرو نے شعر کہے اور دوہے، انملیاں، مکرنیاں، پہیلیاں وغیرہ مدون کی ہیں۔ دوسری طرف نام دیو، کبیر داس اور گرونانک بھگتی تعلیمات کی اشاعت میں راجستھانی، برج بھاشا اور پنجابی زبانوں کا استعمال کر رہے تھے، جن پر عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت کے الفاظ بھی نمایاں ہیں۔اس تہذیبی، سماجی، معاشرتی اور لسانی منظر نامہ میں اروزبان وادب کی شروعات ہوئی۔

محققین کے خیال میں اردو شاعری کا آغاز اصل میں مذہبی شاعری سے ہوا۔صوفیاے کرام نے بندگانِ خدا تک خدا کا پیغام پہونچانے کے لیے اسی زبان کا سہارا لیا اور اپنے مریدوں کی ہدایت کے لیے اسی میں کتابیں تصنیف کیں، اور اردو کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہندوستان میں اردو سے متعلق صوفیاے کرام کی کوششوں کی سراہنا کرتے ہوئے بابائے اردو مولوی عبدالحق اِن حضرات کو اردو کا محسن قرار دیا ہے۔

جیسا کہ اس بات کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ مسلمان جہاں بھی گئے اپنے ساتھ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جذبۂ صادق بھی لے گئے چنانچہ ہندوستان میں بھی اردو شاعری کے

آغاز ہی سے نعتیہ شاعری کی شروعات کا سراغ اردو ادب کی تاریخ پر تحریر کی گئی کتابوں میں ملتا ہے۔

ہندوستان میں اردو نعت گوئی کے اوّلین شاعر کی حیثیت سے حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (م825ھ) کا نام لیا جاتا ہے، جو ایک صوفی منش، درویش صفت اللہ کے مقبول و محبوب بندے تھے، آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ دکنی اردو کے سلسلے میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے مریدین کی ہدایت کے لیے اپنے خیالات تحریر بھی کیے۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کی کئی تصانیف قرار دی جاتی ہیں۔ بعض محققین کو ان تصانیف کے بارے میں شک بھی ہے۔ ابھی یہ بات پوری طرح تحقیق نہیں ہوسکی ہے۔ حضرت سے منسوب کتابوں میں معراج العاشقین، شکار نامہ، تمثیل نامہ، ہدایت نامہ، چکی نامہ، تلاوت الوجود اور خلاصۂ توحید مشہور ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی، شفیق بریلوی، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر سراج احمد بستوی وغیرہ نے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ہی کو اردو کو پہلا نعت گو شاعر مانا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے بھی اپنی کتاب ''اردو میں نعت گوئی'' میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کو ہی اردو کا پہلا نعت گو شاعر تحریر کیا ہے۔ خواجہ بندہ نواز کی تصنیف ''معراج العاشقین'' اردو کی پہلی دست یاب کتاب سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا اردو میں نثر و نظم نگاری نیز اولین نعت گوئی کا سہرا بعض محققین ''معراج العاشقین'' کے سر ہی باندھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے اپنی وقیع رائے کا اظہار اس طرح کیا ہے :

> ''اردو کی تصنیف و تالیف کے سلسلے میں سب سے پہلے شیخ گنج العلم (م1394ء) کا نام لیا جاتا ہے جو دلّی سے دولت آباد آئے اور بیجاپور میں مقیم ہوگئے تھے دکنی اردو میں ان کے چند مختصر مذہبی رسالوں کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن یہ رسائل اب تک نایاب ہیں تاہم اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ دکن میں نثر اردو کی سب سے پہلی کتاب خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی ''معراج العاشقین'' ہے۔ آپ بھی دہلی سے حسن آباد (گلبرگہ) 1412ء میں آئے

> اور یہیں 1422ء میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ عربی اور فارسی کے اعلا پایہ کے مصنف تھے معراج العاشقین کے علاوہ آپ نے اردو رسائل بھی لکھے ہیں۔ آپ کے مقولے اور اشعار بھی دست یاب ہوئے ہیں جن سے آپ کی قادرالکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔
>
> اور معشوق بے مثال نور نبی نہ پایا
> اور نور نبی رسول کا میرے جیو میں بھایا''(1)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے معراج العاشقین کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے معراج العاشقین کو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف اور اردو کی پہلی کتاب ہونے کی تردید کی ہے اور اردو کی پہلی کتاب دکنی شاعر فخر دین نظامی کی ''مثنوی کدم راو پدم راؤ'' کو قرار دیا ہے۔ جس پر مشہور ادیب و نقاد اور ماہر لسانیات ڈاکٹر مسعود حسین خان کو اختلاف ہے، انہوں نے ''معراج العاشقین'' کا تحقیقی و لسانی جائزہ لیتے ہوئے اسے نویں صدی ہجری یعنی چودھویں صدی عیسوی کی تصنیف قرار دیا ہے اور اس کے ثبوت میں اس صدی میں مستعمل الفاظ کو پیش کرتے ہوئے ذیل خیال کا اظہار کیا ہے :

> ''اردو زبان کے ارتقا میں سب سے مستند نقش حضرت گیسو دراز کی معراج العاشقین ہے۔ جو 1412ء اور 1422ء کے درمیان کی تصنیف ہے۔ حضرت گیسو دراز کی زبان پر دکنی کا اطلاق بہ مشکل ہوسکتا ہے۔ پندرہ سال کی عمر سے لے کر اسی سال کی عمر تک کا زمانہ انہوں نے دہلی میں بِتایا تھا ان کے خاندان کا تعلق بھی دہلی سے تھا۔ ان کے والد شاہ راجو قتال، حضرت برہان الدین غریب کے ساتھ دکن گئے تھے اس وقت حضرت گیسو دراز کی عمر پانچ سال تھی، ان واقعات کی سند پر ہم گیسو دراز کی زبان سے متعلق یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ چودھویں صدی عیسوی کی زبانِ دہلوی کی نشاندہی کرتی ہے۔ معراج العاشقین کے لسانی جائزے کا محصل یہ ہے۔

کاڑا (جوشاندہ) یزگن مائی، ہور (اور) یہ پنجابی اور کھڑی تک میں ملتا ہے،
نک (ناک) بارا (ہوا) پپلانا (پلانا) لگ (تک) بُوی (بُو) سوں (سے)
تے (سے) آپس کوں (اپنے کو) آپے (خود) کیا (جمع کی) انگے
(آگے) دُسرا (دوسرا) تِسرا (تیسرا) اندھارا (اندھیرا) اُجیلا (اجالا)
نئیں (نہیں) لک (لاکھ) میریاں (جمع میری) رَک (رکھ) اے (یہ) پَینے
(پہنے) باج (بغیر) دِسنا (دکھائی دینا) بَیٹ (بیٹھ) ستی (سے) مَنا (منع)
بوجے سولوگا (علما) پھنک (مطلق)۔ ''

آگے مزید لکھتے ہیں :

''معراج العاشقین کی زبان کا مقابلہ اسی دور کے دکنی شاعر نظامؔی کی زبان کی قدامت مسلم ہوجاتی ہے۔ نظامؔی کی زبان میں نہ صرف راجستھانی اور پنجابی کی اکثر شکلیں پائی جاتی ہیں بل کہ اس پر اُپ بھرنسی روایت کا ٹھپہ بھی صاف نظر آتا ہے۔ اس بنا پر یہ قیاس بھی کرنا پڑتا ہے کہ دکن میں نواح دہلی کی ایک سے زائد زبانوں کے اثرات پہونچے ہیں۔ مرورِ ایّام سے پھر رفتہ رفتہ دکن کا اپنا محاورہ نکھرتا ہے جس کا بہترین نمونہ وجہی اور قلی قطب شاہ کی زبان میں ملتا ہے۔'' (2)

اس کے علاوہ ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ دانا پوری فخر دین کی ''مثنوی کدم راو پدم راؤ'' کے بارے میں مشکوکیت کا اظہار کیا ہے۔ اور اپنے شکوک وشبہات ان الفاظ میں منظرِ عام پر لائے ہیں:

''دکن میں بہمنی دور کے شاعر فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راو پدم راو کا زمانۂ تصنیف 825ھ سے 838ھ تک قیاس کیا جاتا ہے اسے اردو کی ابتدائی اور قدیم تصنیف کہا گیا ہے مگر حقیقتاً اس کی زبان ٹھیٹھ قسم کی ہندی ہے، رسم خط اور اردو میں مروجہ ایک دولفظ ملنے سے اس زبان کو مجھے اردو کہنے میں تامل ہے۔

نظامی نے فارسی مثنویوں کے تتبع میں اول حمد پھر نعتیہ اشعار سے اس مثنوی کی ابتدا کی ہے، نعت کا ایک قدرے صاف شعر ملاحظہ ہو۔

امولک مکٹ سیس سنسار کا
کرے نام نردھار کرتار کا'' (3)

حقیقت بہ ہر کیف! جو بھی ہو چاہے اردو کی پہلی کتاب معراج العاشقین ہو یا مثنوی کدم راو پدم راو تحقیق کی روشنی میں یہی بات سامنے آتی ہے کہ ہندوستان میں اردو نعت گوئی کا آغاز نویں صدی ہجری ہی میں ہوا ہے۔ اس لیے دونوں تصنیفات سے نعتیہ کلام خاطر نشین ہو :

(1)

اے محمد ہجلو جم جم جلوہ تیرا
ذات تجلی ہو لگی سیس سپور نہ میرا
واحد اپنی آپ تھا اپیں آپ نجھایا
پرکٹ جلوے کارنے الف میم ہو آیا
عشقوں جلوہ دینے کر کاف نون بسایا
لولاک لماخلقت الافلاک خالق پالائے
فاضل افضل جتنے مرسل ساجد سجو ہو آئے
امت احمد بخشش ہدایت تشریف پائے
مخفی نانوں معشوق کہ ظاہر شہباز نکلائے
عشق کے جینی چندر بندا پنی آپ دکھائے
الان کماکان پھر آپس میں سمائے

معراج العاشقین

(2)

نہیں ایک سا چاگسا لیس امر
سرے دوبے تین جگ توڑ آدکر
پتھایا امولک رتن نور دھر
کہ تے ویل بلگت کرن راج کر
امولک مکٹ سیس سنسار کا
کرے نام نردھار کرتار کا
محمد جرم آؤ بنیاد نور
دوئے جگ ترے دے پرساد نور
نہ آکاش دِھرتی نہ دنیو نہ چند
نہ بھر یا کچھوا دیتا نور سند
مثالا اسی کا نہ دیسے گہر
جلے جگ اس تھیں ایسے دیہہ دھیر
سیوا سیو تل کرے دن مان
یکس بت کھنڈا نگس بت دان
میاں جے دہوں جرم کا ہم ہوا
ہمن بل بنے گا نبی بل سوا
نبی بیرین دند کیتا بنار
انگل ہت کر چند کیتا دو پھاڑ
پتھاون نبی ماں دھرے روم رے
پتھاون نبی بھینٹ کسری وکے
سنواریں رتن وان دے در سر
کھڑک مار بیری کرے ستھر
محمد بڑا راوت جگ تھا
کہ شجرا چرن رائے جگ مگ تھا

مثنوی کدم راو پدم راو

جس طرح تاریخِ اردو ادب کے مرتبین نے اردو کے ارتقائی سفر کو تین دور میں تقسیم کیا ہے، مثلاً :

(1)دورِ متقدمین

(2)دورِ متوسطین

(3)دورِ متاخرین

چناں چہ اسی تقسیم کے پیشِ نظر ہی ہندوستان میں اردو نعت کے لسانی وارتقائی مراحل، زبان کی شائستگی اور پختگی کو سمجھنے کے لیے ہم فنِ اردو نعت گوئی کو تین ادوار میں منقسم کرنا چاہیں گے۔

پہلا دور: 815ھ/ 1412ء سے 1154ھ/ 1750ءتک

دوسرا دور: 1154ھ/ 1750ء سے 1308ھ/ 1890ءتک

تیسرا دور: 1308ھ/ 1890ء سے حضرت نوریؔ بریلوی کے عہد تک

1: پہلا دور (متقدمین نعت گوشعرا)

(815ھ/1412ء سے 1154ھ/1750ء تک)

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ہندوستان سے عرب و ایران کے ثقافتی و سماجی تعلقات اور محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کے حملوں کی وجہ سے مسلمانوں اور ہندوؤں میں سماجی ربط و ضبط پیدا ہوا اور ایک نئی زبان کی بنیاد ہندوستان میں پڑی۔ اس نومولود زبان کو ہندی، ہندوی، لشکری اور ریختہ کا نام دیا گیا۔ بعد ازاں اسی کو اردو کے نام سے معنون کیا گیا۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان صوفیائے کرام نے رُشد و ہدایت کے لیے اس زبان پر عربی، فارسی اور ترکی الفاظ اور محاوروں کے خوب صورت پیوند لگا کر اسے ادبی استعمال کے قابل بنانے کی کوشش کی۔ اس دور میں ہندو اور مسلمان بلا امتیازِ مذہب و ملت اپنے تبلیغی کاموں اور تخلیقی کارناموں کے لیے اسی زبان کو استعمال کرتے تھے۔ یہ اردو زبان کا تشکیلی دور تھا ظاہر ہے کہ جب کوئی شۓ اپنی اولین منزل میں ہوتی ہے تو ناپختگی کے سبب اس میں عقل و فہم، شعور و خرد اور سوجھ بوجھ کی کمی پائی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اس کو قدم قدم پر رہِ بری کی ضرورت پڑتی ہے۔ بالکل یہی حال اردو زبان کا تھا یہ سچ ہے کہ کوئی بھی زبان اپنے تشکیلی دور میں معنی و مطالب کو کما حقہ مکمل طور پر صاف صاف بیان کرنے سے مجبور و لاچار ہوتی ہے۔ اسے وہ فضا اور زمین میسر نہیں ہوتی جہاں وہ اپنے پیروں پر مضبوطی کے ساتھ کھڑی ہو سکے ایسے وقت کو کسی بھی چیز کے ارتعاش اور لکنت کا وقت کہہ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ اپنی کتاب ''تاریخ اردو ادب'' میں اردو کے ابتدائی حالات اور اس کے ارتقا پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں :

''ابتدا میں بیشک زبان کا دائرہ تنگ اور الفاظ کا ذخیرہ بہت کم تھا اور وہ ایک مستقل زبان کہلانے کی مستحق نہ تھی کیوں کہ اس وقت اس میں بھونڈا پن تھا نہ اس پر جلا ہوئی تھی اور نہ اتنی صلاحیت اس میں تھی کہ اس کے ذریعہ سے باریک

اور نازک خیالات ادا ہو سکیں یا مختلف خیالات کا اظہار اچھی طرح سے کیا جا سکے اس میں ایک قسم کا لوچ اور الفاظ اور بندشوں کے جذب کرنے کا مادہ ضرور تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو جو الفاظ اور بندشیں اس کو ملتی گئیں وہ سب اس میں شامل ہوتی رہیں رفتہ رفتہ زبان میں پختگی اور صفائی آتی گئی۔

دور اول کے شاعر ایسی زبان میں لکھتے تھے جس میں آدھی اردو اور آدھی فارسی ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ اردو کا عنصر غالب آ گیا اور غالب نے مغلوب کو جذب کر لیا۔ فارسی الفاظ اور غیر مانوس فارسی ترکیبیں اس طرح اردو میں مل گئیں کہ اب وہ ہماری زبان کا جز بن گئی ہیں جن کو اب ہم نکال نہیں سکتے ہیں'' (4)

بالکل یہی حال اردو کی نعتیہ شاعری کا تھا معراج العاشقین اور مثنوی کدم راو پدم راو کا مطالعہ ہمیں اسی نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ زبان و بیان میں پنجابی اور برج بھاشا کے اثرات رفتہ رفتہ کم ہو رہے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی اور مقابلۃً آسان الفاظ ان کی جگہ لیتے جا رہے تھے۔ مثنوی کدم راو پدم راو میں ایسے الفاظ کی تعداد زیادہ ہے۔

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور فخرِ دین نظامؔی کے بعد اردو نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز اردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر ''محمد قلی قطب شاہ معانؔی (م 1020ھ)'' سے ہوتا ہے۔ معراج العاشقین اور مثنوی کدم راو پدم راو کے بعد نعتیہ مواد وافر مقدار میں اسی کے یہاں پایا جاتا ہے۔ اس دور کے شعرا میں وجہؔی، غواصؔی، صنعتؔی، فراقؔی، نصرتؔی، مختارؔ، بلاقؔی اور ولؔی وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ اس دور میں معراج نامے، نور نامے، میلاد نامے، اور وفات نامے وغیرہ خوب لکھے گئے اور مشہور ہوئے۔ مذکورہ بالا شعرا میں ولؔی دکنی کا نعتیہ کلام اس دور کی نعتیہ شاعری کا عمدہ نمونہ تصور کیا جاتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ معانیؔ (988ھ تا 1020ھ/ 1580ء تا 1611ء)

دکن میں بہمنی سلطنت کے خاتمے کے بعد قطب شاہی سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ قطب شاہی سلطنت کی سب سے پہلی کڑی سلطان قلی قطب شاہ (924ھ تا 950ھ/ 1518ء تا 1543ء) ہے اور چوتھی کڑی محمد قلی قطب شاہ معانی (988ھ تا 1020ھ/ 1580ء تا 1611ء) سے آ کر ملتی ہے۔اس کے والد کا نام ابراہیم قطب شاہ (958ھ تا 988ھ/ 1550ء تا 1580ء) ہے۔ابراہیم اپنے باپ سلطان قلی قطب شاہ کے قاتل برادرِ اکبر جمشید قلی (950ھ تا 957ھ/ 1543ء تا 1550ء) کے بعد تخت نشین ہوا۔اس کے دورِ حکومت میں علم و ادب کو خوب ترقی ہوئی۔ بادشاہ کئی زبانوں پر قدرت رکھتا تھا اس کے دربار میں علما و فضلا کا مجمع رہتا تھا۔مورخوں کا خیال ہے کہ ابراہیم نے علوم و فنون کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے بیس سالہ دورِ حکومت میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ علم و ادب کا پورا تناور درخت پھل پھول دینے لگا۔

اس کے بعد محمد قلی قطب شاہ معانی تخت پر متمکن ہوا۔اس کے بارے میں محققین کی آرا ہے کہ اسی کو اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ وہ ایک سازگار بادشاہ گزرا ہے۔اسے شاعری سے بڑا شغف تھا یہی وجہ ہے کہ اس نے اردو کی تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ تحقیق و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کلیات میں نعت جیسی مقدس صنف کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ اس کو رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی، اس کے دور حکومت میں ہر سال جشنِ عید میلا دالنبی ﷺ بھی منایا جاتا تھا۔اس جشنِ عید میلا دالنبی ﷺ پر ذوق و شوق سے نعت خوانی ہوتی تھی۔ چناں چہ اردو کے ممتاز شاعر و ادیب حفیظ تائبؔ نے محمد قلی قطب شاہ معانیؔ کی نعت گوئی پر اس طرح اظہار خیال کیا ہے :

”اردو نعت کا باقاعدہ آغاز بارہویں صدی عیسویں میں ہوا بہمنی سلطنت کے بعد قطب شاہی سلطنت کا قیام عمل میں آیا اس دور میں اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ 988ھ تا 1020ھ نے نعت کی مستقل حیثیت

متعین کی اور نعتیہ غزل کے ساتھ نعتیہ رباعیاں بھی پہلی بار لکھیں نعت سے شغف کا یہ عالم تھا کہ بیشتر غزلوں کے مقطع بھی نعتیہ ہیں پانچ باقاعدہ نعتیہ غزل کے علاوہ ”عید میلا دالنبی ﷺ پر چھ نظمیں“ اور ”عیدِ بعثتِ نبی پر پانچ نظمیں“ شب معراج پر ایک نظم اور کئی نعتیہ رباعیات بھی ملتی ہیں قطب شاہ معانی کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت تھی اور اس کے عہد میں ہر سال جشن عید میلا دالنبی منایا جاتا تھا۔“(5)

نمونۂ کلام نشانِ خاطر ہو ؎

تج مکھ اجت کی جوت تھے عالم وپین ہارا ہوا
تج دین تھے اسلام لے موہن جگت سارا ہوا
یک لک اسی پیغمبراں اپجے جگت میانے ولے
تج پر ہے نبوت ختم سب تھے تو ہی پیا را ہوا
ابز ترنگ زیں چند تو اچا بک سرنگ تس بیجلی
سورج کرن انبرد سے گاشا بدل کارا ہوا
دھرتی سرنگیں فرش کی چوندھر سمندر جوں حوض ہے
چھپر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج ہارا ہوا

عید میلا دالنبی کے موقع پر بھی قلی قطب شاہ نے ایک نعتیہ نظم لکھی ہے اس کے چند اشعار خاطر نشین ہوں ؎

خوشیاں شادیاں سیتیں مولود آیا ہے پیمبر کا
سدا دو جگ منے سہتا ہے اے مولود سرور کا
جلا جلانا عیسیٰ کا ہو نور موسیٰ کا نبی کوں ہے
پلائے ہیں نبی سارے نبیاں کوں ہے آب کوثر کا
سلیماں تے زیادہ پادشاہی ان کو حق دیتا
سبب کیا نانوں لینا ہے اونن ان کے سکندر کا

سب ہی پیغمبراں اعجاز تھے واقف اتھیں حضرت
نہیں حاجت انن اٹکے کبھی کوئی قصہ آذر کا

سلطان قلی قطب شاہ معانؔی نے معراج نامہ بھی لکھا ہے اس کے بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

شاہ مرداں و محمد ہیں ہمارے سرتاج   خدا باتاں حبیب اپنے سوں کیا شب معراج
چاند اور سورج انن نور تھے پیدا ہوئے   دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج
قدرت حق دیکھوں ان میں ہستے بیچوں گت   خدا ان دونوں کو دیتا ہے دوعالم کا راج(6)

☆

عبداللہ قطب شاہ(1035ھ تا1083ھ/ 1625ء تا1672ء)

محمد قلی قطب شاہ معانؔی کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ (1020ھ تا1035ھ/ 1611ء تا1625ء) بادشاہ بنا تو اس نے بھی علم وادب کے فروغ کی روایت کو زندہ اور برقرار رکھا۔اس کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ قطب شاہ (1035ھ تا1083ھ/ 1625ء تا1672ء) بھی اپنے خاندان کی اِسی روایت میں پلا بڑھا تھا۔باپ دادا کی طرح وہ بھی شاعر تھا۔فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری کرتا تھا تھے۔اس کے یہاں زبان صاف اور نکھری نظر آتی ہے۔ان کا نعتیہ کلام نشانِ خاطر ہو ۔

لکھ فیض پھر آیا دن دین محمد کا
آفاق صفا پایا دن دین محمد کا
یوں عید ہمن ساجے نصرت کے بجیں باجے
ہیں جگ کے نبی راج دن دین محمد کا
گلشن میں شریعت کے پھُل کھلے طریقت کے
پرمل سوں حقیقت کے دن دین محمد کا

روشن ہوئے اسماناں جھمکائے رتن کھاناں
خط لیو اے مسلماناں دن دین محمد کا
جو بارہ اماماں ہیں لاکھ ان پہ سلاماں ہیں
ہم ان کے غلاماں ہیں دن دین محمد کا
صدقے نبی عبداللہ شہ کون ہے مدد اللہ
پنجتن گوا باللہ دن دین محمد کا(7)

☆

ملا وجہؔی (م 1436ھ)

ملا وجہؔی اپنے زمانے کا بلند پایہ شاعر وادیب ہوا ہے۔اس کے نثری شاہ کار میں ’’سب رس (1635ء)‘‘ کو اوّل مقام حاصل ہے یہی وہ تحریر ہے جس میں اس کی شہرت کا راز پنہاں ہے۔سب رس ان کے نام کے ساتھ جزوِ لاینفک کی طرح ہم رشتہ ہے۔اس میں ایک خاص ادیبانہ شان اور اظہار کی پختگی ملتی ہے۔سب رس کو ایک کامیاب تمثیل قرار دیا گیا ہے۔تحقیق ومطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وجہؔی نے عقل وعشق کے درمیان پائے جانے والی کشمکش جیسی عالم گیر حقیقت کو ایک طویل تمثیل کے رُوپ میں پیش کیا ہے۔تصوف ومعرفت کے مختلف مسائل کو رمزیہ انداز میں بیان کیا ہے۔سب رس کے طرزِ بیان میں حسن وتوانائی اور ادبی چاشنی پائی جاتی ہے جو اپنے اندر شعریت اور نغمگی رکھتی ہے۔اس نے شعوری طور پر اپنے شاعرانہ احساسِ جمال کے ذریعہ اپنی نثر میں شعریت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔کہا جاتا ہے کہ سب رس کے آگے وجہؔی کی ساری خوبیاں دب گئیں، جب کہ اس کا حال یہ تھا کہ اپنی شاعری کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔اس کا اسلوبِ بیان فطری ہے کوئی تکلف اور تصنع نظر نہیں آتا اس کی مثنوی اس کے اعلا خیالات کی ترجمانی کرتی ہے۔مثنوی سے نعتیہ نمونہ کلام خاطر نشین ہو ۔

محمد نبی نانو تیرا اہے — عرش کے اُپر چھانو تیرا اہے
کہ چودہ ملک کا تو سلطان ہے — علی ساترے گھر میں پردھان ہے
اسی ہور اک لاکھ پیغمبر آئے — ولے مرتبہ کوئی تیرا نہ پائے
چھپا نور سب کا ترے نور انگے — کہ جیوں تارے چھپتے اہے سور انگے
مسیحا بندا آج تجھ راز کا — معلم اہے نوح تجھ جہاز کا
خدا سوں گے تو جہاں اے خلیل — نہ عیسیٰ وہاں آئے نا جبرئیل
عرش کرسی تج گھر ہے در آسماں — توں سورج ہے بادل تراسایہ باں
محبت ، مروت ، وفا ہور حلم — حلیمی ، سلیم ، عمل ہور علم
توں پیدا ہوا یو ہویدا ہوئے — اول یو نہ تھے تج تے پیدا ہوئے

شفاعت کر نہار سب کا تہیں
اہے لاڈلا اک رب کا تہیں

بہاءالدین غواصی (م تقریباً 1656ء)

محمد قلی قطب شاہ معانی اور ملا وجہی کے بعد قطب شاہی دور کے اہم شاعروں میں ملک الشعرابہاءالدین غواصی کا شمار کیا جاتا ہے۔غواصی قدیم اردو کا قادرالکلام اورعظیم المرتبت شاعر گذرا ہے۔اس کی تین مثنویاں (1) مینا ست ونتی (1612ء) (2) سیف الملوک و بدیع الجمال (1625ء) اور (3) طوطی نامہ (1639ء) کے علاوہ غزلیں، قصائد، رباعیات اور مراثی پر مشتمل دیوان بھی منظر عام پر آیا ہے۔زبان و بیان کی سادگی، تاثر کی فراوانی، ماحول کی عکاسی اور حقیقت نگاری غواصی کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔غواصی کو ان کی زندگی میں ہی مقبولیت حاصل ہوگئی تھی، ان کی مثنویوں کا آغاز نعتیہ اشعار سے ہوا ہے جس کی مثال میں ذیل اشعار ہے

سچا تو محمد سچا مصطفٰے
سچا تیو ہے احمد مرتضٰی
تو طٰہٰ تو یٰسں تو ابطحی
تو امی تو مکی تو مرسل سبھی

توں اول توں آخر توں ہی ہے امیر
توں ظاہر توں باطن نبی بے نظیر
تہیں ہاشمی ہور قریشی رسول
جو کچ تو کہے سو کرے رب قبول
تو قائم تو حجت تو حافظ سچا
تو شافع تو سابق توں واعظ سچا
تقی ہور سخی توں ولی ہور خلیل
دیا تجھ نبی ناوں رب الجلیل

صنعتی بیجاپوری (زمانہ تقریباً 1645ء)

صنعتی عادل شاہی دور کے قادرالکلام شاعر تھے۔انھیں اپنی زندگی ہی میں پُرگو اور باکمال شاعر کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔صنعتی خصوصی طور پر مثنوی نگار شاعر ہوئے ہیں۔لیکن قصائد اور غزلیات کے میدان میں بھی انھوں نے خوب طبع آزمائی کی ہے۔"قصۂ بے نظیر" صنعتی کا ناقابلِ فراموش ادبی کارنامہ ہے۔چناں چہ مثنوی کے فارم میں تحریر نعتیہ کلام ملاحظہ ہو۔

نبی کریم شفیع امین
رسولِ خدا رحمتِ عالمین
کہ جن سر پہ لولاک کا تاج ہے
سو اس کو عرش آپے محتاج ہے
ثنا جس کی بولیاں ہے سبحان نے
سو طٰہٰ و یٰسں و قرآن ہے
اَحد نے تجے نانوں احمد دیا
بجز میم بھی کچھ فرق نیں کیا
چند مشغلہ دار ہو وقتِ شام
جمع کر ستارے کرے تجھ سلام

ترا نانوں عزت ہے آدم تیئں
ترا اسم ہے ورد عالم تیئں
ترا نانوں ہے ذات بعدے صفات
کبھوں بیجاول بزں پھول پات
تجلی تے تجھ پاتے جب یک جھلک
کیے سجدہ آدم کوں سب ملک
عیاں تجھ میں جلوہِ ذوالجلال
ہے عالم کو معراج تیرا جمال

محمد نصرتی بیجاپوری (م1085ھ/1674ء)

محمد نصرت نام، نصرتی تخلص، آباواجداد بیجاپور میں فوجی ملازم تھے۔اس کا ذکر نصرتی نے خود اپنے ایک شعر کے ذریعہ کیا ہے ؎

کہ تھا مجھ پدر سوں شجاعت مآب
قدیم یک سلح دار جمع رکاب

نصرتی کے والد کی نشست و برخاست معاشرے کے اعلا لوگوں میں تھی جس کے سبب نصرتی کی تعلیم وتربیت شاہی محل میں سلطان علی عادل شاہ کے ساتھ ہوئی تھی، چناں چہ عادل شاہ کے تخت نشین ہوتے ہی سلطان علی عادل شاہ نے نصرتی کو ملک الشعراء کے خطاب سے نوازا اور مزید یہ کہ جب عالم گیر نے بیجاپور کو فتح کیا تو انھوں نے بھی نصرتی کو اسی خطاب سے نوازا۔

تحقیق سے دریافت ہوا ہے کہ نصرتی کی تصنیفات میں تین مثنویاں، ایک قصائد اور ایک غزلیات کا مجموعہ ملتا ہے۔مثنویوں میں (1) علی نامہ (2) گلشن عشق (3) گلدستۂ عشق وغیرہ ہیں۔ان کی تصنیفات میں شامل ایک نعتیہ قصیدہ بہ عنوان ''معراج نامہ'' بھی شامل ہے جو ایک سو اکیس اشعار پر مشتمل ہے۔چناں چہ نمونۂ کلام پیشِ خدمت ہے ؎

رہے نامور سید المرسلیں
کہ آخر وے ہے شافع المذنبیں
ادا ہوئے نہ حمد احد کی بچن
نرا کے جلگ مدح احمد میں فن
عجب آفرینش کے دریا کا در
کہ جس نور تی بحر ہستی ہے پر
نول رُکھ پہ خلقت کے اے دل تو ریج
وہی پھل ہے آخر جو اول ہے بیج
اٹھا تب تو موجود تمکین میں
جب آدم تھا ماء والطین میں
جلک علم آسا کا آدم سبق
پڑیا نین تلگ تھا تو علام حق
شرف دار پوتے اس حد کوں پاڑ
بزرگی دھری جو میٹھے پھل تی جھاڑ
حبیبِ اَحد تونچہ اے مصطفےٰ
ترا ناو لیتیچ ہوئے دل صفا
احد ہور احمد میں جگ کون عظیم
معمہ ہوئی گرچہ میانے کی میم
اسی میم تے پن معما شگاف
دیکھیں عین احمد کوں احد تے صاف
زہے دین دنیا میں سرمد ہے تو
توں محمود وہاں یہاں محمد ہے تو

تری ذات تی پائی دنیا سکت
تری سوں چہ محمود اچھے عاقبت
اوچایا ہے توں گرچہ آخر علَم
اول سب تی جنت میں تیرا قدم
قیامت کے طوفاں میں ہو جگ ادھار
لے جاوے تو امت کی کشتی کو پار
قیامت کو تیرے طفیل اے دلیل
کرے جگ پہ جنت کوں خوانِ خلیل
تری شان سرتاج لولاک کا
ترے بخت کوں تخت افلاک (8)

☆

ولی دکنی (1079ھ/1190ھ)

محمد ولی اللہ نام، ولی تخلص، والد کا نام محمد تھا جو گجرات کے مشہور ومعروف بزرگ شیخ وجیہ الدین کے بھائی شاہ نصر اللہ کی آل میں سے تھے۔ ولی کی ولادت 1079ھ مطابق 1668ء احمد آباد گجرات میں ہوئی اور تعلیم کا آغاز مدرسہ شیخ وجیہ الدین سے ہوا۔ سعد اللہ گلشن دہلوی سے اصلاح لی۔ مطالعہ کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ غزل جو حدیثِ دل اور نغمۂ حُسن وعشق سے عبارت ہے وہ ولی کے یہاں اپنی پوری سج دھج اور فنی رچاو کے ساتھ نظر آتی ہے۔ ولی کی غزلوں میں حُسن وتازگی، رعنائی اور دل کشی ہے، وہ زندگی بھر محبت کے نغمے چھیڑتے رہے، محبوب کی دل فریب اداؤں کو مختلف انداز سے بیان کرتے رہے حُسن کے خدوخال اور اس کے رنگ وروپ اور عشق کی مختلف کیفیات اور واردات کو اپنی غزلوں میں سموتے رہے۔ ولی حُسنِ مجازی اور حُسنِ حقیقی دونوں ہی کے پرستار تھے۔ دراصل حُسنِ مجازی ان کے لیے حُسنِ حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ تھا۔

ولی نے اپنی لسانی لیاقتوں اور اجتہادی صلاحیتوں کی مدد سے فارسی شاعری اور ہندی

شاعری کی روایات میں ایک لطیف توازن پیدا کرکے اردو زبان کو ایک نیا رنگ وروپ دیا۔ ولی کی زبان اتنی صاف ستھری اور چست ہے کہ اس کے اشعار پڑھنے کے بعد قطعی احساس نہیں ہوتا کہ ہم دورِ متقدمین کے کسی شاعر کا کلام پڑھ رہے ہیں بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ہم عصر حاضر کے کسی شاعر کے اشعار پڑھ رہے ہیں مثلاً ؎

خوب رو خوب کام کرتے ہیں
اک نگہ میں غلام کرتے ہیں
بے رحم نہ ہو، غصہ نہ کر، بات مری سن
ڈرتا نہیں یک بات کی سو بات سناجا
دل کو لگتی ہے دل بار کی ادا
جی میں بستی ہے خوش ادا کی ادا
ہوش کھوتی ہے نازنیں کی ادا
سحر ہے گل جبیں کی ادا

متذکرہ بالا مثال صنف غزل سے ہے، جب کہ ہمارا موضوع نعتیہ شعری روایت ہے۔ بہ ایں وجہ اس مقام پر ولی کی نعت گوئی سے متعلق گفتگو کی جارہی ہے۔ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ ولی نے جس طرح غزل، قصیدہ، رباعی اور دیگر صنف میں اپنے جوہر بکھیرے ہیں اسی طرح نعت گوئی کے فن میں بھی اس نے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ اس سلسلہ میں حفیظ تائب کا ولی کی نعت گوئی پر کیا گیا یہ تبصرہ قابل مطالعہ ہے:

> ''بارہویں صدی ہجری اردو زبان کے مجدد ولی دکنی (م1190ھ) کے جلو میں طلوع ہوئی اور بہ قول ریاض مجید: ''جس طرح ولی کی شاعری پر جنوبی ہند اور شمالی ہند کی شعری روایت اور زبان وبیان کے اسالیب کے درمیان ایک واضح حد فاصل قائم کرتی ہوئی نظر آتی ہے اسی طرح ولی کے نعتیہ اشعار اردو کے ارتقائی سفر میں ایک نئی منزل کی تلاش کی نشان دہی کرتے نظر آتے ہیں، ولی کی نعتیہ شاعری ان کی غزلوں اور قصیدوں سے لے کر رباعیوں، مخمس اور مستزاد پر

مشتمل ہے جو ان کے مخصوص رنگ (ریختہ) کی ترجمانی کرتا ہے''

وؔلی کے دیوان میں چھ نعتیہ قصیدے ہیں جن میں ایک حمد و نعت اور منقبت و موعظت میں ہے۔ دوسرا نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ تیسرے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت ہے۔ چوتھے میں بیت الحرام کی مدح ہے۔ پانچویں میں حضرت میراں محی الدین علیہ الرحمہ کی مدح ہے اور چھٹے میں حضرت شاہ وجیہ الدین علیہ الرحمہ کی مدح سرائی کی ہے۔ وؔلی کو نعت سے خصوصی شغف تھا اور اس کی ساری امیدیں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ تھیں اس نے اپنے قلبی تعلق کو اپنے اشعار میں یوں ظاہر کیا ہے مثلاً ۔

ہم کوں شفیع محشر دیویں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری عذر گناہ بس ہے

نعتیہ قصیدے کا ابتدائی رنگ دکھانے کے لیے وؔلی کے نعتیہ قصیدے کے کچھ شعر درج کیے جاتے ہیں ۔

عشق میں لازم ہے اول ذات کو فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے
یامحمد دوجہاں کی عید ہے تجھ یاد سوں
خلق کو لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے
جس مکاں میں فکر روشن ہے تمہاری جلوہ گر
عقل اول آکے واں اقرار نادانی کرے
دیکھ طوبیٰ قدتری جنبش میں آوے شوق سوں
جب گلستان ارم کی تو خرامانی کرے
عارفاں بولیں گے جان ودل سے لاکھوں آفریں
جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

وؔلی نے رباعیات اور مخمسات میں بھی نعت گوئی کی ہے جیسا کہ ماقبل اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ذیل میں رباعی اور مخمس میں اس کی نعت گوئی کا نمونہ خاطر نشین ہو ۔

رباعی

اے خلق کے زیب وزین! مجھ حال کو دیکھ
اے جدِّ حسن حسین! مجھ حال کو دیکھ
تجھ باج مجھے نہیں ہے دوجا جگ میں
شاہنشہِ مشرقین! مجھ حال کو دیکھ (9)

مخمس

مطلب نہیں ہے ہم کو حسیناں! نعیم کا — کچھ خوف نہیں ہم کو عزیزاں! جحیم کا
بندہ ہوں صدق دل سے نبی الکریم کا — مجھ درد پر دوا نہ کرو کچھ حکیم کا
بن وصل نہیں علاج برہ کے سقیم کا

آخر میں وؔلی دکنی کے چند اشعار اور پیش کیے جاتے ہیں: ۔

بعد حمد خدائے بے ہمتا
یاد کر نعت سید مرسل
جس کی ہمت کی ہے ترازو میں
دوجہاں مثل خانۂ خردل
اس کی مجلس میں آ ہوا ہے کھڑا
صفِ آخر میں جوہر اول
گر ہو وہ آفتاب گرم عتاب
آسماں جائیں مثل میم پگھل (10)

☆☆☆

سید محمد فراقی بیجاپوری (1685ء/1732ء)

سید محمد فراقی ،ولی کے ہم عصر اور بیجا پور کے رہنے والے تھے۔اورنگ زیب کے فتح دکن کے بعد انھوں نے کچھ عرصہ تک اورنگ آباد میں قیام کیا اور بعد میں ویلور(ایلورہ) میں سکونت اختیار کی۔فراقی کی ایک ضخیم مذہبی مثنوی ''مراۃ الحشر'' کے علاوہ چند غزلوں کا پتہ چلتا ہے۔تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے ولی کے ہمراہ دہلی کا سفر بھی کیا تھا۔ان کی مثنوی میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں جن سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوزِ والہانہ کا پتہ چلتا ہے ۔

مدینے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا
محمد کی گلی بہتر فنا ہوتا تو کیا ہوتا
عبث خوباں کی گلیوں میں عمر تو صرف نہ کرائے دل
مدینے کی زیارت کوں گیا ہوتا تو کیا ہوتا
منھ اس مکتب مجازی میں جو عشق استادنا ہوتا
تو میرے دل کی کثرت کا سبق برباد نہ ہوتا
نظر ہے علم منطق ہور معانی میں فراقی کوں
اگر علم حدیث مصطفٰے ہوتا تو کیا ہوتا(11)

سراج اورنگ آبادی (1127ھ/1177ھ)

سراج اورنگ آبادی اس پُرعظمت ادبی اور شعری روایات کے آخری علم بردار ہیں جو کم وبیش تین صدیوں تک دبستانِ دکن میں فروغ پاتی رہی۔ان کے ضخیم کلیات میں غزلیں بھی ہیں اور مثنویاں بھی۔رباعیاں بھی ہیں اور مرثیے بھی۔انھوں نے ہر صنفِ ادب میں طبع آزمائی کی ہے۔سراج کو بچپن ہی سے شاعری سے لگاؤ تھا۔لیکن عین جوانی کے عالم میں طبیعت کچھ اس طرح بدلی کہ تصوفانہ فکر نے عشقِ حقیقی کو ہی زندگی کا حاصل تصور کیا۔بہ ہر حال انھوں نے غالباً کم عمری ہی میں شعر گوئی کا آغاز کیا اور محض چھ سال کی قلیل مدت میں ایک ضخیم کلیات مرتب ہوا۔انھوں نے نعتیہ اشعار بھی کہے اور خوب کہے ان کے کلام میں سوز وگداز کے علاوہ روحانی تجربات و

ریاضت کی حرارت بھی ملتی ہے۔1740ء کے بعد انھوں نے اپنے پیرومرشد شاہ عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمۃ کے حکم پر شعر گوئی ترک کر دی تھی،پیش ہے ان کا نعتیہ نمونۂ کلام ۔

رسولِ خدا سید المرسلین
قیامت کے دن شافع المذنبین
عجب روز محشر کا سردار ہے
صفِ اصفیا میں وہ سالار ہے
جگت میں روے سلطنت ہے مدام
جماعت میں ہے انبیا کی امام
عجب ذاتِ مقبولِ کونین ہے
کہ کونین کا قرۃ العین ہے(12)

شاہ ظہور الدین حاتم (1699ء/1783ء)

شیخ ظہور الدین نام،اور تخلص حاتم ہے۔ والد کا نام شیخ فتح الدین ۔دہلی میں پیدا ہوئے۔ان کا زمانہ دہلی شہر کی معاشی بدحالی، معاشرتی انتشار، خانہ جنگی اور امرا کے درمیان کشمکش کا زمانہ تھا۔لہٰذا ان کی شاعری میں اپنے دور کے حادثات وواقعات کے اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔بہ حیثیتِ انسان حاتم انتہائی خلیق اور خوش مزاج انسان واقع ہوئے ہیں۔انھوں نے نظم کے ساتھ نثر نگاری بھی کی ہے۔زباں دانی کے معاملے میں اردو کے علاہ فارسی زبان سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔گو کہ فارسی ان کے عہد کی معیاری زبان کا درجہ رکھتی تھی۔ان کی تصانیف میں دیوان قدیم، دیوان زادہ، دیوانِ فارسی منظوم ہیں اور نسخۂ مفرح الضحک نثری ہے۔ان کے نعتیہ اشعار کا نمونہ نشانِ خاطر ہو ۔

محمد صاحبِ ایجاد و ایماں
کہ جس کی شان میں آیا ہے قرآں

گئے سب انبیا اس آرزو میں
روا اس رنگ کی کملی کسو میں
سریر و سرور بابا سلیماں
چلا جن و پری پر اس کا فرماں
وہی تھا نور تیرا ساتھ اس کے
انگوٹھی نام کو تھی ساتھ اس کے(13)

پیشِ نظر باب میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ ہندوستان میں مختلف مذاہب اور طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے باہمی میل جول، سماجی، معاشرتی اور لسانی تقاضوں کے سبب ایک نئی زبان وجود میں آتی ہے۔ جسے ہندی، ہندوی اور اردو کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اردو میں شاعری کے آغاز کے ساتھ ہی نعت گوئی کا سلسلہ بھی شروع ہوتا ہے۔خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور فخر دین نظامی سے شروع ہونے والا نعت گوئی کا یہ کارواں آگے کی طرف بڑھتا ہے۔اور اس میں قلیؔ، وجہیؔ، غواصیؔ، صنعتیؔ، نصرتیؔ، ولیؔ، فراقیؔ اور حاتمؔ وغیرہ شامل ہو کر اس روایت کو استحکام بخشتے ہیں۔

دورِ متاخرین، اردو کا تشکیلی دور کہلاتا ہے۔اس دور میں زبان و بیان میں پنجابی اور برج بھاشا کے اثرات رفتہ رفتہ کم ہو رہے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کی تعداد بھی کم ہوتی جا رہی تھی اور مقابلۃً آسان الفاظ ان کی جگہ لیتے جا رہے تھے۔

اس دور کے شعرا میں ولیؔ دکنی کو محققین بلند مقام دیتے ہیں۔اس کی شاعری جنوبی و شمالی ہند کی شعری روایت اور زبان و بیان کے اسالیب کے اندر ایک واضح حدِ فاصل قائم کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔اس نے نعت گوئی کے فن میں نت نئے تجربے کیے۔اس کا نعتیہ کلام غزلوں، قصیدوں سے لے کر رباعیوں، مخمس اور مستزاد پر مشتمل ملتا ہے۔ولیؔ کے ساتھ ساتھ اس دور کے دیگر شعرا نے بھی نعت گوئی کے فن کو وقار عطا کرنے کے لیے اپنا خونِ جگر صرف کیا۔مختصر یہ کہ اس دور میں اردو نعت گوئی اپنے ارتقائی سفر کی اچھی خاصی مسافت طے کر لیتی ہے۔

حواشی

(1) شجاعت علی سندیلوی، ڈاکٹر: تعارف تاریخ اردو، ص24/25

(2) مسعود حسین خان، ڈاکٹر: مقدمہ تاریخ اردو، علی گڑھ، ص139/140

(3) طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر: اردو کی نعتیہ شاعری، ص25/26

(4) محمد عسکری، مرزا: تاریخ اردو ادب، عشرت پبلشنگ ہاوس، لاہور، ص34/35

(5) نقوش: رسول نمبر ج10 جنوری 1984ء، ادارۂ فروغِ اردو، لاہور، ص170

(6) قلی قطب شاہ: انتخابِ کلامِ قلی قطب شاہ، مرتبہ: سیدہ جعفر، 1989ء، یو. پی. اردو اکیڈمی لکھنو، ص32/38

(7) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء، مکتبۂ دین و ادب، لکھنو، ص65

(8) نقوش: رسول نمبر ج10 جنوری 1984ء، ادارۂ فروغِ اردو، لاہور، ص475/47/477/479

(9) نقوش: رسول نمبر ج10 جنوری 1984ء، ادارۂ فروغِ اردو، لاہور، ص172

(10) شارب ردولوی، ڈاکٹر: مطالعۂ ولی، 1972ء، نصرت پبلشرز، لکھنو، ص183/193

(11) نصیر الدین ہاشمی: دکن میں اردو، ص234/235

(12) رفیع الدین اشفاقؔ، ڈاکٹر: اردو میں نعتیہ شاعری، 1976ء، اردو اکیڈمی، کراچی، ص179/180

(13) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء، مکتبۂ دین و ادب، لکھنو، ص70

2: دوسرا دور (متوسطین نعت گو شعرا)

(1154ھ/1750ء سے 1308ھ/1890ء تک)

پچھلے باب میں زبان کے لسانی پس منظر، سماجی و معاشرتی ملاپ اور اردو نعت گوئی کے آغاز اور ابتدائی نشو ونما کے بارے میں بحث کرتے ہوئے اردو کے سماجی، معاشرتی اور لسانی پس منظر کا جائزہ لیا گیا۔ اور ساتھ میں اردو نعت گوئی کے آغاز پر روشنی ڈالتے ہوئے دورِ متقدمین کے نعت گو شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور تحقیق کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس دور میں رفتہ رفتہ عربی، فارسی اور ترکی کے الفاظ و محاورات کے ساتھ سہل اور آسان لفظیات کا استعمال شعرا نے شروع کیا۔ اس دور میں نعت گوئی کے فن میں کامیاب تجربے کیے گئے۔ اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اردو نعت گوئی کی روایت ایک امانت کی طرح دورِ متوسطین شعرا کے ہاتھوں میں سونپ دی۔

دورِ متوسطین کا آغاز مرزا محمد رفیع سوؔدا سے ہوتا ہے۔ سودا تک آتے آتے اردو شاعری اور اردو کی نعتیہ شاعری نے خاصی ترقی کر لی تھی اور زبان و بیان میں بھی پہلے سے زیادہ تبدیلی ہو چکی تھی۔ لہٰذا ماضی میں جس پودے کو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور فخر دین نظامی نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا اس کی آب یاری میں قلی قطب شاہ معاؔنی، عبداللہ قطبؔ شاہ، ملا وجہؔی، غواصؔی، صنعؔتی بیجاپوری، سراؔج اورنگ آبادی اور شاہ ظہور الدین حاتؔم وغیرہ کا خونِ جگر حاصل رہا اور ان شعرا نے اسے استحکام عطا کرنے کے لیے نئی جدتیں اختیار کیں۔ جس کے نتیجے میں سوؔدا کے دور تک آتے آتے زبان میں سلاست و فصاحت، فطری حسن، سادگی اور دل کشی پیدا ہو گئی۔ اس دور میں نعت گوئی صنفی اور فنی حیثیت اختیار کرتی چلی گئی۔ اس فضا نے سیکڑوں اردو نعت گو شعرا کو منظرِ عام پر آنے کے راستے ہم وار کیے۔ بہ الفاظ دیگر اردو نعت نے اس مدت میں ارتقائی سفر کی ایک تہائی مسافت طے کر لی۔

دوسرے دور کے شعرا کے نمونۂ کلام نشانِ خاطر ہو ے

مرزا محمد رفیع سوؔدا (1713ء/1781ء)

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغاے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے تسبیحِ زنّارِ سلیمانی
ہنر پیدا کر اوّل ترک کچھ تب لباس اپنا
نہ ہو جوں تیغِ بے جوہر و گر نہ ننگِ عریانی
اکیلا ہو کے دنیا میں اگر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیضِ تنہائی سے عمرِ خضرِ طولانی
نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیفِ مسلمانی
زہے دینِ محمد پیروی میں اس کی جو ہووے
رہے خاکِ قدم سے اس کی چشمِ عرش نورانی
ملک سجدہ نہ کرتے آدمِ خاکی کو گر اس کی
امانت دار نورِ احمدی ہوتی نہ پیشانی
خیالِ خلق اس کا گر شفیعِ عاصیاں ہووے
رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی
جو صورت اس کی ہے لاریب وہ ہے صورت ایزد
جو معنی اس میں ہیں بے شک وہ ہیں معنی ربانی

حدیثِ من رآنی دال ہے اس گفتگو اوپر
کہ دیکھا جس نے اُس کو دیکھی اُس نے شکلِ یزدانی (1)

☆

ابوالفضل محمد فاضل بٹالوی (م 1151ھ/ 1738ء)

ناہیں مرا چھٹ تم کوئی انظر بحالی یا نبی
ہے رین دن غفلت بڑی انظر بحالی یا نبی

اس فضل سوں راکھوں مجھے من عزل درجات الصفا
فریاد کرتا ہر گھڑی انظر بحالی یا نبی

میں ہوں خرابی میں پڑا کالطفل سوء الخلق حیف
اس غم ستی چھاتی سڑی انظر بحالی یا نبی

اس شرم سوں مجھ مکھ نہیں حتیٰ اریٰ ضوء الصفا
ہے مرگ بھی سر پر کھڑی انظر بحالی یا نبی

برقع شریعت سوں رکھوں حتیٰ کون بنور کم
اس عشق سوں کر پھلجھڑی انظر بحالی یا نبی

فاضلؔ پکارے رین دن اشفع شفیع المذنبیں
فریاد کرتا ہر گھڑی انظر بحالی یا نبی (2)

☆

میر حسنؔ (1736ء/ 1786ء)

نبی کون یعنی رسولِ کریم
نبوت کے دریا کے دُرِّ یتیم

کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے
بنایا نبوت کا حق دار اسے

نبوت جو کی اس پہ حق نے تمام
لکھا اشرف الناس خیر الانام

کروں اس کے رتبے کا کیا میں بیاں
کھڑے ہوں جہاں باندھ صف مرسلاں

محمد کے مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں

☆

شیخ قلندر بخش جرأت (1748ء/1809ء)

محمد ہے نبی ممدوح ذاتِ کبریائی کا
کرے بندہ گر اس کی مدح، دعوا ہے خدائی کا

منور کیوں نہ اس کے نور سے ہو خانۂ طاعت
کہ روشن کرنے والا ہے وہ شمعِ پارسائی کا

گروہ انبیا میں وہ ہی حق کا برگزیدہ ہے
سوا اس کے لقب کس کو ملا ہے مصطفائی کا

سراپا نورِ حق نام خدا کہیے نہ کیوں اس کو
کہ جس کا نقشِ پا ہو جبہہ سا ساری خدائی کا

دلیل اسکی ہے یکتائی کی یہ لاریب اے جرأت
کہ تھا سایہ نہ اس محبوبِ ذاتِ کبریائی کا

☆

میر تقی میر (1137ھ/1225ھ)

جرم کی خو شرم گینی یارسول
اور خاطر کی حزینی یارسول
کھینچوں ہوں نقصان دینی یارسول
تیری رحمت ہے یقینی یارسول
رحمۃ للعالمینی یارسول! ہم شفیع المذنبینی یارسول

ہو رہے ہیں ہم جو دوزخ کے حطب
سر پہ ہم اعمال لائے ہیں غضب
رکھتے ہیں چشمِ عنایت تجھ سے سب
تجھ سوا کس سے کہیں احوال اب
رحمۃ للعالمینی یارسول! ہم شفیع المذنبینی یارسول

جب تلک تاثیر کا تھا کچھ گماں
گر قرآں خواں میر تھے گر سبحہ خواں
وقت یک ساں تو نہیں اے دوستاں
اب یہی ہے ہر زباں وردِ زباں
رحمۃ للعالمینی یارسول! ہم شفیع المذنبینی یارسول(3)

☆

نظیر اکبر آبادی (1740ء/1830ء)

تم شہِ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفےٰ
سر گروہ مرسلیں ہو یا محمد مصطفےٰ
حاکمِ دینِ متیں ہو یا محمد مصطفےٰ
قبلہِ اہلِ یقیں ہو یا محمد مصطفےٰ
رحمۃ للعالمیں ہو یا محمد مصطفےٰ

ہیں جو یہ دونوں جہاں کی آفرینش کے چمن
جس میں کیا کیا کچھ عیاں ہیں صنعِ خالق کے چمن
باعثِ خلق ان کے ہو تم یا حبیبِ ذوالمنن
اور اک مطلع پڑھوں میں یمن سے جس کے سخن
سو سعادت کے قریں ہو یا محمد مصطفےٰ

مخبرِ صادق ہو تم یا حضرتِ خیر الورا
سرورِ ہر دوسرا اور شافعِ روزِ جزا
ہے تمہاری ذاتِ والا منبعِ جود و سخا
کیا نظیر اک ، اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم واں بھی تمہیں ہو یا محمد مصطفےٰ

☆

انشاء اللہ خان انشا (م1817ء)

اے عشق مجھے شاہد اصلی کو دکھالا
قم خذ بیدی وفک اللہ تعالیٰ

ہے تجھ کو جنوں کی قسم اے جذبہِ محبت
اس نور تجلی کی جھلک مجھ کو جھنکالا

اتنا تو پھرا وادیِ وحشت میں کہ میرے
ہے پائے نظر میں بھی پڑا اشک کا چھالا

سوجھے ہے مجھے عالم اطلاق کی منزل
الفت نے تو تقلید کی منزل سے نکالا

ہر چند کہ عاصی ہوں پر امت میں ہوں اس کی
جس کا ہے قدم عرش معلا سے بھی بالا

مولائے جہاں رہِ برِ عشاقِ محمد
سب عقدۂ مشکل کا مرے کھولنے والا

☆

غلام ہمدانی مصحفی (1748ء/1824ء)

رفو ناصح سے ہو کب چاک پیراہن کا عاشق کے
مگر سلوائیں آسرور گریباں آستیں دامن
محمد باعث ایجاد عالم جس کے جامہ کا
سیے ادریس پیغمبر گریباں آستیں دامن
تمہارا ابرِ رحمت یا محمد مجھ پہ گر برسے
تو ہو پاکیزہ و اطہر گریباں آستیں دامن
وگر نہ مصحفی تو وہ سیہ رو ہے کہ کالا ہو
بدن سے جس کے چھوٹے گر گریباں آستیں دامن (4)

شاہ نیاز بریلوی (م1825ء)

زہے عزو علاے منتہاے اوجِ انسانی
نبیِ یثربی و مہبطِ تنزیلِ فرقانی
ظہورِ کاملِ ذات و صفاتِ حضرتِ یزداں
حبیبی سیدی محبوبِ خاص الخاص ربّانی (5)

☆

سعادت یار خاں رنگین دہلوی (1758ء/1834-35ء)

لکھوں میں کس طرح سے نعت اس کی
براق ادنا تھا جس کی اک سواری
بڑا ہے عرش سے بھی اس کا پایا
کہ سب کچھ جس کی خاطر ہے بنایا
بہ ظاہر گرچہ وہ اُمّی تھے لیکن
بھرا تھا علم سے کل ان کا باطن
وہ باتیں ان کی تھیں نزدیک آساں
کہ جن کو کر سکے مطلق نہ انساں
بیاں تم سے کریں کیا ان کے اوقات
یہ الفت ان کو تھی ہم سے دن اور رات
جناب کبریا میں کر کے زاری
طلب کرتے تھے آمرزش ہماری

سراہیں اپنی ہم قسمت کو رنگیں
کہ امت میں ہوئے ہم ان کے بے کیں (6)

☆

حضرت غلام قادر شاہ (م 1176ھ/ 1762ء)

وہی وہی نہ دو جا کوئی
پرگھٹ ہو یا محمد ہو کوئی

اَحد محمد ایک پچھانوں
ایک ہی دیکھو ایک ہی جانوں

حمد کہو اور بہت درود
فھوالحامد والمحمود

اول آخر باطن ظاہر
ناہیں اس سے کو یا باہر

انا من نورہٖ سنو بیاں
ولکل نوری کرو دھیان (7)

☆

امامی دکنی

کہ ہیں دو نگینے سلیمان کے
مہر ہیں محمد کے فرمان کے

وہ مالک رسالت ولایت کے ہیں
وہ ہادی حقیقت ہدایت کے ہیں

کہ حیدر سری کا ہے اس کا جمال
محمد کی خصلت ہے اس میں کمال

محمد کیے کوچ جنت طرف
قیامت جہاں میں پری ہر طرف

ختم کر امامیؔ تو خیرالامام
وصال محمد علیہ السلام (8)

☆

محمد رفعتی فتاحی

گئے ہیں محمد اپن گھر کوں جب
لگے بیا کا سامان کرنے کو سب

خدیجہ بھی سامان سب کچھ کیے
بوطالب کتیں یو خبر تب دیے

بولائے قریشاں بوطالب کے سب
بولائے ہیں بعضے جتے تھے عرب

قبیلے قریشاں کے سب آملے
عجب نور عینی کے در سب کھلے

بلند قدا تھے لیلۃالقدر سوں
جھمکتا اچھے موہنے بدرسوں

☆

مختار

کہوں حمد اول اسی راج کا
نبی کوں دیا تاج معراج کا

عجب دیک محبوب ہے بے بدل
محمد شہ انبیا از ازل

اسی چار حرفاں کا ہے ناو آج
رکھے اسکوں لولاک کا سر پہ تاج

سو سہ حرف کا میں کہوں یو بیاں
مہ ہے میم محبوبیت کا نشاں

سوحی لے دلادت حمایت اپر
حمایت کی ساری شفاعت اپر

خزینہ سو دارو کا قرآن ہے
کہ کل مومناں کا او ایمان ہے(9)

☆

شاہ اسماعیل دہلوی (م 1831ء)

اُسی سے ہے مقصود اصلی کتاب
وہی ہے گا مضمون ام الکتاب
خصوصاً کہ جو اکمل انسان ہے
وہ سارے صحیفوں کا عنوان ہے
وہ انسان اکمل ہے سنتے ہو کون
ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون
نبی البرایا رسول کریم
نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
حبیبِ خدا سید المرسلین
شفیع الورا ہادیِ راہ دین
محمد ہے نام ان کا احمد لقب
بیاں ہوسکے منقبت ان کی کب
دل ان کا جو ہے مخزنِ سِرِّ غیب
مبرا خطا سے ہے بے شک وریب

الٰہی ہزاروں درود اور سلام
تو بھیج ان پر اور ان کی امت پہ عام (10)

☆

محمد باقر آگا(1745ء/1806ء)

جوں خدا کی حمد میں حیراں ہے عقل
یوں نبی کی نعت میں ناداں ہے عقل

احمدِ مرسل شہنشاہِ رسل
سرورِ عالم امامِ جزو کل

وحدت مطلق کے گہن کا آفتاب
خلق جس کے نور کا ہے ایک تاب

جب خلائق کوں ہوا اس سوں ظہور
اس سبب سوں حق رکھا نام اس کا نور

حق سوں ہر دم سو درود و سو سلام
نت اچھو تربت پو اس کی صبح وشام (11)

☆

غلام امام شہیدؔ (1799ء/1879ء)

مداح ہوں جناب رسالت پناہ کا
عرش بریں پہ گوشہ ہے میری کلاہ کا

محفل میں میری نغمہ سرائی سے شور ہے
ہر سمت آہ آہ کا اور واہ واہ کا

زیبا ہے مجھ کو فخر و ناز جس طرح کروں
دیکھو تو مدح خواں ہوں میں کس بادشاہ کا

دریائے فیض و جود ہے جس کے سامنے
تنکے سے کم ہے کوہ بھی گر گناہ کا

پیغمبروں کو فخر ہوا جس کی ذات سے
سردار ہی سے بڑھتا ہے رتبہ سپاہ کا

پیغمبروں کا شاہدِ عدل ہے وہ شہیدؔ
کیا مرتبہ ہے نامِ خدا اس گواہ کا(12)

☆

میر سید علی غمگینؔ

ظاہر و باطن ہے حمد و نعت ہر انسان کا
معنی و صورت یہ مطلع ہے میرے دیوان کا

ہے مرا ظاہر محمد اور باطن ہے خدا
قال یہ ہے حال کھونا اپنے ہے ایمان کا

رؤ بہ رؤ ہے پر اسے دیکھا نہیں جاتا ہے آہ
کیا کہوں میں حال اپنے حسرت و ارمان کا

بے سروسامانی کا اک ساماں ہے اے دل یاد رکھ
کاروان عشق میں ہر بے سروسامان کا

معرفت پر اس کی حق کی معرفت موقوف ہے
مرتبہ ایسا ہے عالی حضرت انسان کا(13)

☆

مومن خان مومنؔ (م 1852ء)

زبانِ حال کہاں اور مدیحِ تاجِ خروس
گرا ہے خاک پہ کیا لعلِ افسرِ کاوس

ہَوا ہے کون سی ایسی مگر مدینہ میں
دمِ مسیح کو ہے جس کی حسرتِ پابوس

شرف مدینہ کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہو
جسے بتاتے ہیں محبوبِ حضرتِ قدوس

وہ کون احمدِ مرسل شفیعِ ہر دوسرا
جو خلق کا سبب اور باعثِ معادِ نفوس

یہاں متاعِ شہنشاہِ آفتاب نشاں
فلک سریر و قمر طلعت و ملک ناموس (14)

☆

کرامت علی شہیدیؔ (م 1256ھ/1840ء)

ہے سورۂ والشّمس اگر روئے محمد
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمد

جب روئے محمد کی نظر آئی تجلّی
سمجھا میں شبِ قدر ہے گیسوئے محمد

کم ساتھ ہوا روئے نکو خوئے نکو کا
ہے نیک مگر روئے صفت خوئے محمد

ہے سرمۂ کوری میں نہاں دیدۂ بد بیں
جس دن سے عیاں ہے رخِ نیکوئے محمد

ماہِ مہِ شوال سے عاشق کی نہیں عید
جب تک نظر آ جائے نہ ابروئے محمد (15)

☆

شیخ امام بخش ناسخؔ (م1838ء)

دکھا اس کو جہاں میں غل ہے جس کی آمد آمد کا
الٰہی ہوں بہت مشتاق دیدار محمد کا

الٰہی ہوں بہت مشتاق دیدار محمد کا
نشانِ سایۂ احمد نشاں تصویر احمد کا

عبور اللہ نے اس کو دیا ہے علمِ باطن پر
لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس ایک ابجد کا

کرے گا جب کہ وہ اتمام آ کر حجتِ حق کو
زمانے میں رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا

معانی قل ہو اللہ اَحد کے ہیں یہاں ناسخؔ
برائے قافیہ رکھا ہے میں نے میم احمد کا(16)

☆

میاں منشی عبدالعزیز عزیزؔ صفی پوری

کیا رخِ سیدِ ابرار ہے اللہ اللہ
ہر طرف جلوۂ دیدار ہے اللہ اللہ
دن کو خورشید ہے اور رات کو ہے ماہ تمام
واہ کیا روئے پر انوار ہے اللہ
جب سے نرگس کو نظر آئی ہے وہ چشمِ سیاہ
جوشِ آشوب سے بیمار ہے اللہ اللہ
کیوں نہ ہو خلد میں مسجود ملائک آدم
عاشقِ احمدِ مختار ہے اللہ اللہ
گر خبر لیں وہ تو ہرگز نہیں رحمت سے بعید
اب تو دل غم سے بہت زار ہے اللہ اللہ
جی نہیں دیکھا میں جان سے پہچان لیا
بس وہی محرم اسرار ہے اللہ اللہ
ان کی فرقت میں جو آنکھوں سے بہیں خوں ہوکر
جان اس دل کی طلب گار ہے اللہ اللہ
شور محشر سے دوبالا ہے وہ بالائے بلند
حشر تو رفتۂ رفتار ہے اللہ اللہ

کیا عجب گر دل سرگشتہ کو سودا ہے عزیزؔ
ان کے کاکل میں گرفتار ہے اللہ اللہ

☆

مفتی کفایت علی کافؔی مرادآبادی (م1858ء)

عرش بریں ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خلد سرا بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کفیلِ کارِ امت آپ شفیعِ روزِ قیامت
ہیں بے حد احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مظہرِ رحمت مصدرِ رافت مخزنِ شفقت عینِ عنایت
ذاتِ محمد جانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رحمتِ عالم اس کا لقب ہے خلقتِ عالم کا وہ سبب ہے
ہے کیا عالی شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بہرِ شفاعت دردِ مصیبت اور برائے رنج وفلاکت
کافؔی ہے درمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (17)

☆

لطف علی خاں لطفؔ بدایونی (م1881ء)

عشق محبوب خدا اے دل جسے حاصل نہیں
لاکھ مومن ہو مگر ایمان میں کامل نہیں

روح جنت کو نہ جائے گی مدینہ سے مری
ہوں میں شیدائے نبی حوروں پہ کچھ مائل نہیں

کر مجھے سیراب دیدار رسول پاک سے
آبِ کوثر کا خداوندا میں کچھ سائل نہیں

جان آسانی سے نکلے وقت مردن یا نبی
آپ کے نزدیک یہ مشکل مری مشکل نہیں

نشۂ عشق نبی نے یہ بنایا مجھ کو مست
یادِ حق سے ایک دم بھی دل مرا غافل نہیں

پھرتی ہے آنکھوں میں میری صورت پاک نبی
لطفؔ مجھ سا والضحیٰ کا خلق میں عامل نہیں (18)

☆

شیخ ابراہیم ذوقؔ (م1854ء)

ہوا حمد خدا میں دل جو مصروف رقم میرا
الف الحمد رب العالمیں کا ہے قلم میرا
رہے نام محمد لب پہ یارب اول و آخر
الٹ جائے بہ وقتِ نزع جب سینے میں دم میرا
محبت اہلِ بیتِ مصطفےٰ کی نورِ بر حق ہے
کہ روشن ہوگیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا
دکھائی مجھ کو راہِ شرع اصحابِ پیمبر نے
چراغِ راہ ہے اکرامِ اصحابِ کرم میرا
کہیں شاہِ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُرِّ نجف ہوکر چمکتا دُرِّ یم میرا
رہے گا دانہ افشاں مزرعِ امید بخشش میں
غمِ آلِ نبی ہے دانۂ ہر اشکِ نم میرا

شہِ بغداد کا خطِّ غلامی ذوقؔ رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خطِ بغداد سے ہوجامِ جم میرا(19)

☆

بہادر شاہ ظفرؔ (م1869ء)

اے سرورِ دو کون شہنشاہ ذوالکرم
سرخیلِ مرسلین و شفاعت گرِ امم
موکب ترا ملائک و مرکب ترا براق
مولد ترا مکہ و معبد ترا حرام
رنگِ ظہور سے ترے گلشن رخِ حدوث
نورِ وجود سے ترے روشن دلِ قدم
ٹوٹا جو کفر قوتِ اسلام سے ترے
صد جاے سے شکستہ ہے زنّارِ موجِ یم
تو تھا سریرِ اوجِ رسالت پہ جلوہ گر
آدم جہاں ہنوز پسِ پردۂ عدم
صدقے زمیں کے ہوتا نہ پھر پھر کے آسماں
رکھتا سرِ زمیں نہ اگر اپنا تو قدم
کرتا ہے تیرے اسمِ مبارک کو دل پہ نقش
اس واسطے عزیزِ جہاں ہوگیا درم
محروم تیرے دستِ مبارک سے رہ گیا
کیوں کر نہ اپنا چاک گریباں کرے قلم
قرآں میں جب کہ خود ہو ثنا خواں ترا خدا
کیا تاب پھر قلم کو جو کچھ کرسکے رقم
پہنچا نہ آستانِ مقدس کو تیرے میں
اس غم سے مثلِ چشمہ ہوئی میری چشمِ نم

تیری جنابِ پاک میں یہ ہے ظفرؔ کی عرض
صدقے سے اپنی آل کے اے شاہِ محتشم

نواب مصطفٰے خاں شیفتہؔ (م 1871ء)

کیا تھا نور جب اللہ نے پیدا محمد کا
اسی دن سے ہوا ہے عاشق و شیدا محمد کا

نہ ہو ذکر مبارک آپ کا ورد زباں کیوں کر
میں ہوں روز ازل سے عاشق و شیدا محمد کا

فرشتے قبر میں پوچھیں گے گر مجھ سے تو کہہ دوں گا
کہ ہوں بندہ خدا اور ہوں شیدا محمد کا

خدایا جب مرا اس قالبِ خاکی سے دم نکلے
زباں پر اس گھڑی جاری رہے کلمہ محمد کا

خیال مہر و مہ دل سے تو فوراً بھول جائے گا
نظر آجائے گا جس دم تجھے روضہ محمد کا

بشر کی تاب و طاقت کیا جو لکھے نعتِ احمد کو
خدا ہی جانتا ہے خوب بس رتبہ محمد کا

تمنا ہے کہ فوراً جاں بہ حق تسلیم ہوجاؤں
نظر آئے جو مجھ کو شیفتہؔ روضہ محمد کا (20)

☆

پیشِ نظر ضمنی باب میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ زبان و بیان کے ساتھ اردو نعت گوئی کا فن بھی ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا سلاست و فصاحت، فطری حُسن، سادگی اور دل کشی میں اضافہ کرتا ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور فخرِ دین نظامی نے اردو نعت گوئی کی جس روایت کا آغاز کیا تھا اُسے مزید آگے بڑھانے میں دورِ متوسطین کے شعرا کافی خلوص وللّٰہیت سے نعت گوئی کی روایت کو استحکام عطا کرنے کے لیے نئی جدتیں اختیار کرتے ہیں۔ اور تحقیق و مطالعہ کی روشنی میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ دورِ متوسطین کے شعرا سوداؔ، فاضلؔ، میر حسنؔ، میرؔ، جرأتؔ، انشاؔ، نیازؔ بریلوی، رنگینؔ، غمگینؔ، مومنؔ، شہیدیؔ، ناسخؔ، خاموشؔ، عزیزؔ صفی پوری، کافیؔ، لطفؔ، ذوقؔ، ظفرؔ اور شیفتہؔ وغیرہ اپنی کوششوں سے زبان و بیان سے اردو نعت گوئی کو وسعت دیتے ہیں۔ تشبیہات، استعارات اور محاورات کا استعمال کرتے ہوئے نعت کو مختلف اصناف غزل، رباعی، قصیدہ، مرثیہ وغیرہ کے فارم میں لکھ کر اس کو صنفی حیثیت دیتے ہیں۔ غرض یہ کہ فنِ نعت گوئی اس دور میں اپنے ارتقائی سفر کی ایک تہائی مدت طے کر لیتی ہے۔

☆☆☆☆

حواشی

(1) رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر: اردو میں نعتیہ شاعری، 1976ء، اردو اکیڈمی، کراچی، ص 183/ 184

(2) محمود شیرانی: پنجاب میں اردو، اردو اکیڈمی، اتر پردیش لکھنؤ ص 243

(3) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء، مکتبۂ دین وادب لکھنؤ ص 73/ 79/ 72

(4) طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر: اردو کی نعتیہ شاعری، ص 38/ 39/ 36/ 37

(5) شاہ محمد عبدالغنی نیازی، پروفیسر: مخزن الخزائن، 1990ء، محل پبلیکیشنز، دہلی، ص 205

(6) قلی قطب شاہ: انتخاب کلامِ قلی قطب شاہ، مرتبہ: سیدہ جعفر، 1989ء، یو. پی. اردو اکیڈمی لکھنؤ ص 32/ 38

(7) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء، مکتبۂ دین وادب لکھنؤ ص 80

(8) رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر: اردو میں نعتیہ شاعری، 1976ء، اردو اکیڈمی، کراچی، ص 168

(9) نقوش: رسول نمبر ج 10 جنوری 1984ء، ادارۂ فروغِ اردو، لاہور، ص 481/ 483

(10) گلبن: نعت نمبر، احمد آباد 1999ء، ص 87

(11) طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر: اردو کی نعتیہ شاعری، ص 41

(12) سید شمیم گوہر، ڈاکٹر: نعت کے چند شعرائے متقدمین، الہ آباد، ص 31

(13) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء، مکتبۂ دین وادب لکھنؤ ص 86

(14) طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر: اردو کی نعتیہ شاعری، ص 43

(15) رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر: اردو میں نعتیہ شاعری، 1976ء، اردو اکیڈمی، کراچی، ص 228

(16) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء، مکتبۂ دین وادب لکھنؤ ص 82

(17) نقوش: رسول نمبر ج 10 جنوری 1984ء، ادارۂ فروغِ اردو، لاہور، ص 681/ 572

(18) سید شمیم گوہر، ڈاکٹر: نعت کے چند شعرائے متقدمین، الہ آباد، ص 59/ 60

(19) گلبن: نعت نمبر، احمد آباد 1999ء، ص 88

(20) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء، مکتبۂ دین وادب لکھنؤ ص 96/ 97

3: تیسرا دور (متاخرین نعت گو شعرا)
(1308ھ/ 1890ء سے مصطفیٰ رضا نوری بریلوی تک)

اردو نثر و نظم کی ہمہ جہت و ہمہ گیر ترقی و نشو نما کیلئے اٹھارھویں صدی اور انیسویں صدی عیسویں کو عہد زریں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بالخصوص اٹھارہویں صدی کے نصف آخر سے انیسویں صدی کے اختتام تک شعر وادب میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے گئے اور ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں جلوہ گر ہوئیں جن کا شمار ان اشخاص میں کیا جاتا ہے جو زبان کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل بناتے ہیں۔ جو زبان کی زلفِ پریشاں اور مقدر سنوارتے ہیں۔ یہ تمام سرفروش مجاہدینِ اردو؛ وہ تھے کہ جنھوں نے زبان کی تاریخ میں حیرت انگیز اور تعجب خیز ابواب کا اضافہ کیا ہے۔ دنیا کی تمام زبانوں کے ارتقائی عمل کو اگر سامنے رکھا جائے تو وہ بڑی دشوار گذار منزلوں سے گذر کر سیکڑوں سال بعد ترقی کے اوج ثریا پر پہنچے ہیں۔ لیکن اردو کے ارتقا کی تاریخ سو سال سے بھی کم مدت کو محیط ہے۔

وَلی دکنی نے جس شجرِ ستودہ صفات کی آب یاری کی تھی۔ جب اس درخت کی شاخیں شمالی ہند پہونچیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پورا لسانی نظام اتھل پتھل ہو گیا جو لوگ فارسی زبان وادب میں دادِ سخن لینے اور دینے کا کام انجام دے رہے تھے وہ سب کے سب دکنی، ہندوی یا اردو زبان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اگر چہ امیر خسرو، حاتم، آرزو، آبرو، قائم، شاکر ناجی اور مرزا مظہر جان جاناں بنیادی طور پر فارسی سے دل چسپی رکھتے تھے۔ لیکن یک جنبشِ قلم یہ سب اردو کے زمرے میں داخل ہو گئے۔ وَلی کی بازگشت گویا ایک ایسی بادِ صرصر تھی جس نے ان اوراق کو الٹ دیا جس پر فارسی درج تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ فارسی رابطے کی زبان اور علمی زبان کے طور پر قائم ودائم رہی۔ علما و فضلا پیدا کرتی رہی لیکن فکری اور تجرباتی اظہار کیلئے اردو کا روشن چہرہ نمایاں ہو گیا۔ جسے ہم اردو

کے ارتقا اور عروج کے عہدِ زرّیں سے معنون کرتے ہیں۔

اٹھارہویں صدی کے نصف اول تک وؔلی سے براہ راست متاثر افراد کا دور دورہ رہا ان میں مظہؔر جان جاناں، شاؔکر ناجی، حاتؔم، آبؔرو، قائؔم، آرزؔو وغیرہ کے نام خصوصیت سے لیے جاتے ہیں۔ لیکن اٹھارہویں صدی کے نصف آخر میں زبان کی زمام میر تقی میؔر، خواجہ میر دردؔ، سوداؔ اور یقیؔن وغیرہ نے اپنے ہاتھوں میں لے لی؛ یہ لوگ اس انقلاب سے پوری طرح واقف تھے جو صرف پچاس برس کے مختصر سے وقفہ میں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ فکر، نظریہ، نقطۂ نگاہ اور اندازِ بیاں سب کچھ تبدیل ہو گیا تھا یہ تغیرات کس طرح وقوع پذیر ہوئے ان سے بھی ہمارے قافلہِ سالار واقفیت رکھتے تھے۔ وہ اس حقیقت سے بھی آگاہ اور باخبر تھے کہ یہ عظیم الشان انقلاب صرف ایک شخص کی تنہا کوششوں کا مرہونِ منت ہے وہ کام جس کے لیے سفینے درکار تھے اس کام کو صرف ایک فن کار نے اپنے انجام تک پہونچایا اور یہ فن کار وؔلی دکنی کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا اس صداقت کا اظہار شاعر میؔر ان الفاظ میں کرتے ہیں ۔

آیا نہیں کچھ یوں ہی اندازِ غزل ہم کو
معشوق جو اپنا تھا باشندۂ دکن تھا

میؔر کے مذکورہ شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ 1700ء سے لیکر 1750ء تک شمالی ہند میں لسانی سطح پر جو تغیرات وتبدلات واقع ہوئے وہ قابلِ دید تھے۔ 1750ء سے 1800ء تک وساؔط، سوداؔ، میر دردؔ، نظیؔر اور ان کے ہم عصروں کے آتے ہی فورٹ ولیم کالج کے قیام نے اردو کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات کو ’’پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے‘‘ کے مصداق سمجھا جاسکتا ہے۔

وہ عہد جو انیسویں صدی میں شروع ہوا، اس نے نثر ونظم کی یکساں ترقی کی طرف توجہ دی۔ ورنہ مشرقی زبانوں میں یہ ایک بڑا سقم ہے کہ وہ نثر سے عام طور پر کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتیں۔ لیکن انیسویں صدی اتنی مبارک تھی کہ اس نے کاروبارِ حیات کی تفہیم کرنے والی زبان پر اپنی توجہ مرکوز کردی چناں چہ میر امّن دہلوی کی ’’باغ وبہار‘‘ اور فورٹ ولیم کالج کے زیر اثر

لکھی جانے والی کتابوں نے اردو نثر کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ اس طرح کی صورتِ حال کا اندازہ عمل اور ردعمل سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس کے ثبوت میں رجب علی بیگ سرؔور کی ’’فسانۂ عجائب‘‘ کو پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ جو ’’باغ وبہار‘‘ کے منظرِ عام پر آنے کے چوبیس سال بعد اس کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ لیکن جواب تو کُجا ’’باغ وبہار‘‘ کے اسلوبِ بیان اور پُرکشش انداز کو ماند نہ کرسکی۔

ہم جس دور کا ذکر کر رہے ہیں وہ شاعری کی دنیا میں غالبؔ اور ان کے عظیم ہم عصروں کا دور تھا، وہ دور آتشؔ، ناسخؔ، اور دوسرے لکھنوی شعرا سے متصل تھا۔ ایسا نہیں کہ غالب کا عہد، میرؔ اور سوداؔ کے فوراً بعد شروع ہوا بلکہ ناسخؔ وآتشؔ اور شاہ نصیؔر دہلوی درمیان کی کڑی تصور کیے جاتے تھے۔

جس زمانے میں باغ وبہار اور فسانہ عجائب کا مناقشہ معرضِ وجود میں آیا اس وقت غالبؔ اور ان کے ہم عصر صرف شاعری کے میدان کو فکر وفن کی وسعت عطا کر رہے تھے۔ نثر کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ 1850ء کے لگ بھگ جب اپنے خطوط کے ذریعے غالبؔ میدانِ نثر میں قدم رنجہ ہوئے تو دنیائے نثر کے زمین وآسمان بدل کر رہ گئے، سرسیؔد، حالؔی، شبلؔی، غلام غوث بےخبؔر، میر مہدی مجروؔح وغیرہ نے اردو زبان کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر دورِ جدید کے رست وخیز کے حوالے کردیا۔ یہ دراصل اردو کی ترقی کا اجمالی تعارف ہے۔

یہ سچ ہے کہ اردو زبان کی ہمہ جہت ترقی جس میں نثر ونظم دونوں شامل ہیں، انیسویں صدی کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ مندرجہ بالا سطور میں جن تصورات کو اجمالی طور پر بیان کرنے کی چھوٹی سی کاوش ہے۔ اس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بہ بطورِ صنفِ شاعری اسی دور میں نعت گوئی نے بھی بے پایاں ترقی کی ۔ گویا شاعری کے رجحانات میں جب وسعت پیدا ہوئی تو نعت بھی شامل تھی ۔ غالبؔ نے اپنی بہترین نعتیں اگرچہ فارسی ہی میں پیش کیں لیکن اہلِ نظر جانتے ہیں کہ ان نعتوں میں عصری حسیت اور وسعت مکانی ہے وہ اسی دور کی دین ہے۔ یعنی انیسویں صدی میں جو معاشرتی، سیاسی، اخلاقی، تہذیبی اتھل پتھل ہو رہی تھی اس نے خیالات و

جذبات، رجحانات اور فکری پیمانوں کو اور خود زبان و ادب کو نت نئی جہات سے آشنا کیا۔ یہ عہد نعت گوئی کا عہدِ زرّین کہلاتا ہے۔ کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھے دلوں سے یاد کرنے اور آواز دینے، استغاثہ وفریاد کرنے کا موقع اس دور سے پہلے اسلامیانِ ہند کے سامنے اس قدر کبھی بھی نہیں تھا۔ اہل بصیرت یہ دیکھ رہے تھے کہ سلطنت مغلیہ کا چراغ ٹمٹما رہا ہے۔ آٹھ سو سالہ مسلم اقتدار خطرے میں ہے اور عزت ووقار کا عنقریب خاتمہ ہونے والا ہے۔ چناں چہ ان ناگفتہ بہ حالات میں نعت گوئی نے خاصی ترقی کی اور انیسویں صدی نعت گوئی کا عہد زرین بن گئی۔ قلب وروح کی بے قراری کو قرار عطا کرنے اور سکون واطمینان فراہم کرنے میں نعت گوئی ایک محرک ذریعہ بن گئی۔ دراصل کرب وابتلا انسان کو اللہ کے قرب سے آشنا کرتے ہوئے اس کو نبیِ پاک کی آغوش رحمت میں پہنچا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کے حالات نے روح وقلب کی گہرائیوں سے اہل بصیرت کو حمد ونعت کا نذرانہ پیش کرنے پر مجبور کیا۔

دورِ متاخرین میں نعتیہ شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ یہ دور نعتیہ شاعری کے عروج واقبال کا دور تھا۔ اس دور میں نعتیہ شاعری کے دو اہم ستون سامنے آئے مثلاً: امیر مینائی اور محسن کاکوروی۔ صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو نعت گوئی اپنے تشکیلی عہد سے نکل کر انھیں دونوں حضرات تک پہنچ کر تکمیلِ فن کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ امیر مینائی اور محسن کاکوروی کے ساتھ ساتھ شبلی نعمانی، الطاف حسین حالی، نظم طباطبائی، مومن، داغ، احمد رضا بریلوی، حسن رضا بریلوی، اقبال، اسماعیل میرٹھی، حافظ پیلی بھیتی، ضیا القادری بدایونی، حسنین رضا بریلوی اور مصطفےٰ رضا نوری بریلوی وغیرہ ان افراد کی طویل فہرست کے چند اسمائے گرامی ہیں، جنھوں نے قلبِ مضطر کے جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ نعتِ عقیدت پیش کیا اور نعت گوئی کو انتہائی عروج وکمال تک پہونچا دیا۔

ان شعرائے نعت کی نعت گوئی اس لیے نئی جہتیں رکھتی ہیں کہ ان میں رسمی نعت گوئی کا انداز نظر نہیں آتا بل کہ ان لوگوں نے اپنے عہد کے پس منظر میں نعت گوئی کے فن کو ایک نئی جہت سے آشنا کیا۔ ان کی نعت گوئی میں اس دور میں رونما ہونے والے واقعات، حادثات،

حالات اور انقلابات کی عکاسی ملتی ہے۔ ان حضرات نے نعت گوئی کو حصول برکت کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کے مضمحل قلوب کے تئیں مرہم کا کام کیا اور ان کے زخموں کا مداوا بن کر سکونِ قلب بخشا۔ کیوں کہ اس عہد میں مسلم قوم پر جو جبر وتشدد تھا اس سے یہ شعرائے کرام پوری طرح واقف تھے۔ چناں چہ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی نعت گوئی میں فریاد وفغاں کا رنگ غالب ہے، حالی کا مطلع ؎

اے خاصۂ خاصان رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آج عجب وقت پڑا ہے

مذکورہ شعر درحقیقت قلبِ مضطر کی ایک ایسی پُر تاثیر صدا ہے جو ہر دعا کو اپنے ساتھ لیتی ہے یہ محض اتفاقی شاعری نہیں بلکہ پوری نعت اسی کرب و درد اور فکر ونظر کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ایک مربوط فغاں ہے جو امت مسلمہ کے عروج وزوال کی کہانی سنا رہی ہے ؎

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہبان
بیڑا یہ تباہی کے قریب آ کے لگا ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اس کی ہی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آن پڑا ہے
امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے
ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

اسی طرح مذکورہ تاثر سے عبارت امام احمد رضا محدثِ بریلوی کی یہ نعت بھی اسی فریاد وفغاں اور کرب و کسک کی آئینہ دار ہے۔ جس کے ایک ایک شعر سے اس عہد کے امت مسلمہ کے حالاتِ کرب و درد کی عکاسی ہوتی ہے ؂

غم ہوگئے بے شمار آقا　　بندہ تیرے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا　　آقا آقا سنوار آقا
منجدھار میں آکے ناو ٹوٹی　　دے ہاتھ کہ ہوں پار آقا
ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری　　للہ یہ بوجھ اتار آقا
مجبور ہیں ہم تو کیا فکر ہے　　تم کو تو ہے اختیار آقا
مجھ سا کوئی غم زدہ نہ ہوگا　　تم سا نہیں غم گسار آقا

اتنی رحمت رضاؔ پہ کرلو
لا یَقــرَبُــہُ البَوار آقا

متذکرہ دونوں کلام کی روشنی میں جب مفتیِ اعظم علامہ مصطفٰے رضا نوریؔ بریلوی کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو من وعن وہی تاثر ملتا ہے۔ مثلاً آپ کے نعتیہ اشعار نشانِ خاطر ہوں ؂

زخم پہ زخم یہی کھائے یہی قتل بھی ہو
خونِ مسلم کیا ابھی اور بھی ارزاں ہوگا
بھیڑیوں کا ہے جنگل نہیں کوئی راعی
بھولی بھیڑوں کا شہا کون نگہباں ہوگا
ظلم پر ظلم سہے اور سزائیں بھگتے
اور اُف کی تو تہِ خنجرِ برّاں ہوگا
یہی اندھیر اگر اور بھی کچھ روز رہا
تو مسلماں کا نشاں بھی نہ نمایاں ہوگا
صبحِ روشن کی سیہ بختی سے اب شام ہوئی
کب قمر نور دہِ شامِ غریباں ہوگا

....

اغثنا حبیب الالٰہ اغثنا

تباہی میں بیڑا ہمارا پھنسا ہے
یہ سچ ہے بد اعمالیوں ہی نے اپنی
ہمیں روزِ بد یہ دکھایا شہا ہے
بہت نام لیوا ہوئے قتل و غارت
خبر کیا نہیں تم سے کیا کچھ چھپا ہے
تصور میں بھی جو نہ تھے وہ مظالم
ہوئے اور ابھی تک وہی سلسلا ہے
نہ دیکھا تھا جو چشمِ گردوں نے اب تک
ترے بندوں نے وہ ستم اب سہا ہے
چھنے مال و دولت ہوئے قتل و غارت
ہزاروں کا ناموس لوٹا گیا ہے
لکھو کھا کیے ٹھنڈے سفا کیوں سے
مگر ظالم اب تک بھی گرما رہا ہے
جو حق چاہتا ہے یہ وہ چاہتے ہیں
جو یہ چاہتے ہیں وہ حق چاہتا ہے
مگر مولٰی اب تو سزا پا چکے ہم
کرم کیجیے اب یہی التجا ہے
نکو کار بندے ہی کیا ہیں تمہارے
یہ بدکار بھی آپ ہی کا شہا ہے
نہ کی جے نظر اس کی بدکاریوں پر
کرم کیجیے جو شعار آپ کا ہے

جو پہلے تھے آقا، غلام آج ٹھہرے
غلام اپنے آقا کا آقا بنا ہے

متاخرین نعت گوشعرا کے کلام کا انیسویں صدی کے نصف آخر سے نعت گوئی کا جوفکری کارواں روانہ ہوا یہ پورے شعور وآگہی کے ساتھ اپنا سفر طے کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور اس نے پوری فکر وآگہی اور دردمندی کے ساتھ اپنے فکر وخیال کو ایک امانت کی طرح بیسویں صدی کے شاعروں کو سونپ دیا۔

داغ،اقبال،حالی ،احمد رضا بریلوی،حسن بریلوی،امیر مینائی،محسن کاکوروی،اورنظم طباطبائی پیدا تو انیسویں صدی کے نصف اول میں یا اس کے آس پاس ہوئے تھے لیکن ان سب کے نعتیہ افکار ورجحانات نے بیسویں صدی کو اپنا نورِ بصیرت یقیناً عطا کیا ہے۔اور اس نورِ بصیرت سے اپنی زنبیل حیات کو تاب ناک کر کے نعت گوئی میں اپنا مقام بنانے والوں میں یہ افراد بھی ناقابل فراموش ہیں: ظفر علی خاں، ریاض خیر آبادی، جمیل بریلوی، نعیم الدین نعیم مرادآبادی ، حسنین رضا بریلوی، سید محمد کچھوچھوی، امجد حیدرآبادی، آسی غازی پوری، سیماب اکبرآبادی ، احسن مارہروی اور مصطفےٰ رضا نوری بریلوی وغیرہ۔لہٰذا اس پس منظر میں اب تیسرے دور کے نعت گوشعرا کے کلام کا انتخاب پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا ۔

امیر مینائی لکھنوی (م1900ء)

نامِ عاصی داخلِ فردِ شفاعت ہوگیا
خاتمہ بالخیر احمد کی بہ دولت ہوگیا
مرغِ عصیاں اڑ کے صیدِ بازِ رحمت ہوگیا
دنگ شاہینِ ترازوے عدالت ہوگیا
گرمیِ خورشیدِ محشر سے حاصل ہونجات
شامیانہ سر پہ میرے ابر رحمت ہوگیا
آلِ احمد کی محبت کا چبھا تھا دل میں خار
بڑھ کے محشر میں کلید باب جنت ہوگیا
جم گیا جو دل میں مشق معاصی کا غبار
سرمہ بہر دیدۂ عین عنایت ہوگیا
واہ ری رحمت جو رکھا پاوں بالاے صراط
دستگیری امن نے کی خوف رخصت ہوگیا
جس علم کے نیچے پائی فیض احمد سے جگہ
میری بے جرمی پہ انگشت شہادت ہوگیا
دفعتاً صورت بدل کر بن گئی امید یاس
خار زار رنج فرش خواب راحت ہوگیا
تشنگی میں کوثر وتسنیم کے چشموں پہ ہم
اس طرح پہنچے کہ رضواں غرقِ حیرت ہوگیا
صبح محشر جلد چھٹکارا ملا ہم کو امیر
مہر کیا چمکا کہ تاباں مہر قسمت ہوگیا(1)

☆

محسنؔ کاکوروی (م1905ء)

کیا جھکا کعبے کی جانب کو ہے قبلہ بادل
سجدہ کرتا ہے سوے یثرب و بطحا بادل
چھوڑ کر مے کدۂ ہند و صنم خانۂ برج
آج کعبے میں بچھائے ہے مصلا بادل
سبزۂ چرخ کو اندھیاری لگا کر آیا
شہِ سوارِ عرَبی کے لیے کالا بادل
بحرِ امکاں میں رسول عربی دُرِّ یتیم
رحمت خاص خداوند تعالیٰ بادل
قبلۂ اہل نظر کعبۂ ابروے حضور
موے سر قبلے کو گھیرے ہوئے کالا بادل
رشک سے شعلۂ رخسار کے روتی ہے برق
برق کے منہ پہ ہے رکھے ہوئے پلا بادل
آمدورفت میں تھا ہم قدم برق براق
مرغ زار چمن عالم بالا بادل
ہفت اقلیم میں اس دیں کا بجایا ڈنکا
تھا تری عام رسالت کا گرجتا بادل
دین اسلام تری تیغ دودم سے چمکا
یا اٹھا قبلے سے دیتا ہوا کاندھا بادل
تو وہ فیاض ہے کہ در پہ ترے سائل کی طرح
فلکِ پیر کو لایا دیے کاندھا بادل
تیغ میدان شجاعت میں چمکتی بجلی
ہاتھ گل زارِ سخاوت میں برستا بادل
محسنؔ اب کیجیے گل زارِ مناجات کی سیر
کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھرتا بادل(2)

داغؔ دہلوی (م)

تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا
شبِ معراج یہ کہتے تھے فرشتے باہم
سخنِ طالب و مطلوب ہوا خوب ہوا
اے شہنشاہِ رسل فخرِ رسل ختمِ رسل
خوب سے خوب خوش اسلوب ہوا خوب ہوا
حشر میں امتِ عاصی کا ٹھکانا ہی نہ تھا
بخشوانا تجھے مرغوب ہوا خوب ہوا
حسنِ یوسف میں ترا نور تھا اے نورِ خدا
چارۂ دیدۂ یعقوب ہوا خوب ہوا
تھے سبھی پیشِ نظر معرکۂ کرب و بلا
صبر میں ثانیِ ایوب ہوا خوب ہوا

داغؔ ہے روزِ قیامت مری شرم اس کے ساتھ
میں گناہوں سے جو مجوب ہوا خوب ہوا(3)

☆

سید شاہ ابوالحسین نوریؔ مارہروی (م 1344ھ)

(مرشدِ باوقار مصطفےٰ رضا نوریؔ بریلوی)

جہان و جان ہیں قربانِ محمد
جہانِ جاں ہے ہر آنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے واسطے ہے نعمتِ خلد
کہ ہم ہیں زلّہ خوارانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد خاص بندہ ہے خدا کا
خدا کے بعد ہے شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد شافعِ روزِ جزا ہے
یہی کہتا ہے قرآنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ملائک پر نہ کیوں کر ہو بزرگی
کہ ہے جبریل دربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تمنا باغِ جنت کی یہی ہے
کہ ہو وقفِ غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد کی صفت قرآن میں آئی
سمجھ لو اس سے تم شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خدا نے نور سے اپنے بنایا
یہیں سے جان لو شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ثنائے پاک نوریؔ کس طرح ہو
کہاں ہم اور کہاں شانِ محمد ﷺ (4)

☆

خواجہ الطاف حسین حالیؔ (م 1914ء)

يَا مَلَكِيَ الصِّفَاتِ يا بَشَرِيَ القوى
فيك دليلُ عَلىٰ انَّك خير الورىٰ

تجھ سے ہوئی زندہ خلق جیسے کہ باراں سے خاک
خُلقُكَ خَصفُ الرَّماں بعثُك فحىُ الورى

دعوا روشن ترا ثابتِ بے بینہ
صورت و سیرت تری صدق پہ تیرے گواہ

گود سے دایہ ابھی کر نہ چکی تھی جدا
شان رسالت کی تھی تیری جبیں سے عیاں

گلہ بنی سعد کا جب کہ چراتا تھا تو
گلۂ آدم تجھے سونپ چکی تھی قضا

خاک تھی جس ملک کی مزرع شرّ و فساد
تو نے اسی کو دیا ارضِ مقدس بنا

☆

مولانا شبلی نعمانی (م1914ء)

جب کہ آمادۂ خوں ہوگئے کفارِ قریش
لاجرم سرورِ عالم نے کیا عزمِ سفر
کوئی نوکر تھا نہ خادم نہ برادر نہ عزیز
گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرور
اک فقط حضرتِ بوبکر تھے ہم راہِ رکاب
کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر
چوں کہ سو اونٹوں کا انعام تھا قاتل کے لیے
آپ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالبِ زر
انہیں لوگوں میں سراقہ خلفِ جعشم تھے
جن کو فاروق نے کِسرا کے پنھائے تھے گہر
تین دن رات رہے ثور کے غاروں میں نہاں
تھا جہاں عقرب و افعیٰ کی حکومت کا اثر

بیمِ جاں ، خوفِ عدو، ترکِ غذا ، سختیِ راہ
ان مصائب میں ہوئی اب شبِ ہجرت کی سحر

☆

مولانا اسماعیلؔ میرٹھی (م1917ء)

خلیلِ حق کی تھی جو اشارت
اور ابنِ مریم کی جو بشارت
ظہورِ احمد سے تھی عبارت
سمجھ گئے صاحبِ بصارت
کہ اب گری کفر کی عمارت
گھٹے گی فارس کی اب حرارت
مٹے گی اب روما کی شرارت
لٹے گی اب مصر کی امارت
خزانہ ہرقل کا ہوگا غارت
بڑھے گی تقوا بھی اور طہارت
ہے باغِ اسلام کی نضارت
نیا ہے سلطاں نئی وزارت
اور اس کے احبابِ اتقیا پر
وہ فخرِ آدم امانِ عالم
امینِ محکم رسولِ اکرم
محیطِ اعظم زغیبِ ملہم
بوحیِ محرم شہِ مسلّم
عرب کے اندر وہی معظم
عجم کے اندر وہی مکرم
لگا کے آدم سے تا بہ ایں دم
ظہور اس کا ہے بعدِ آدم
وجود اس کا مگر مقدم
وہ نورِ حق تھا ولے مجسم
کیا مدینے کو سبز و خرم
درودِ محمود بھیج پیہم

اکبرالہ آبادی(1846ء/1921ء)

مدیحِ سرورِ کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں
خیالِ کفر کی ظلمت پہ اک بجلی گراتا ہوں
شبِ اوہام ہے، شمعِ یقیں محفل میں لاتا ہوں
چراغِ طورِ ایمن کوہِ معنی پر جلاتا ہوں
الٰہی شوخیِ برقِ تجلّی دہ زبانم را
قبول خاطر موسیٰ نگاہاں کن بیانم را
محمد پیشوا اور رہنماے خلق و عالم ہیں
معزز ہیں مقدس ہیں معظم ہیں مکرم ہیں
فروغِ محفلِ ہستی میں نورِ عرشِ اعظم ہیں
حبیبِ حق ہیں ممدوحِ ملک ہیں فخرِ آدم ہیں
انہیں کے رنگ سے رنگِ گلِ ہستی کی زینت ہے
انہیں کی بو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے
انہیں کے دل کی آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر
انہیں کی طبع کو وجد آگیا تھا سازِ فطرت پر
وہی چشمِ خدا بیں محو تھی اندازِ فطرت پر
انہیں کا ناز غالب آگیا تھا نازِ فطرت پر
وقائع ان کے عزم وفکر کے سانچے میں ڈھلتے ہیں
ذرائع غیب سے تکمیلِ مقصد کو نکلتے ہیں

☆

حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی

کرکے نثار تم پر گھر بار یارسول
اب آپڑا ہوں آپ کے دربار یارسول

عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا
ہوں امتی تمہارا گنہ گار یارسول

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم ہے گرچہ میں ہوں بہت خوار یارسول

ذات آپ کی تو شفقت ورحمت ہے سر بہ سر
میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یارسول

کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیان و جرم سے
تم سا شفیع ہو جس کا مددگار یارسول

ہو آستانہ آپ کا امدؔاد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یارسول(7)

☆

علامہ حسن رضا خان حسؔن بریلوی (م 1326ھ/ 1908ء)
(عم محترم مفتیِ اعظم علامہ مصطفےٰ رضا نوریؔ بریلوی)

دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو
آستانہ پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو
خاکِ پامالِ غریباں کو نہ کیوں زندہ کرے
جس کی دامن کی ہوا بادِ مسیحائی ہو
اس کی قسمت پہ فدا تختِ شہی کی راحت
خاکِ طیبہ پہ جسے چین کی نیند آئی ہو
اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو
آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو
کیوں کریں بزمِ شبستانِ جناں کی خواہش
جلوۂ یار جو شمعِ شبِ تنہائی ہو
یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایا نہ بنے
ایسے یکتا کے لیے ایسی ہی یکتائی ہو
جب اٹھے دستِ اجل سے مری ہستی کا حجاب
کاش اس پردہ کے اندر تری زیبائی ہو
کبھی ایسا نہ ہوا ان کے کرم کے صدقے
ہاتھ کے پھیلنے سے پہلے نہ بھیک آئی ہو
بند جب خوابِ اجل سے ہوں حسؔن کی آنکھیں
اس کی نظروں میں ترا جلوۂ زیبائی ہو(8)

امام احمد رضا خان بریلوی (م 1340ھ/ 1921ء)
(والد محترم مفتیِ اعظم علامہ مصطفےٰ رضا نوریؔ بریلوی)

گزرے جس راہ سے وہ سیّدِ والا ہوکر
رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہوکر
رُخِ انور کی تجلّی جو قمر نے دیکھی
رہ گیا بوسہ دہِ نقشِ کفِ پا ہوکر
وائے محرومیِ قسمت کہ پھر اب کی برس
رہ گیا ہم رہِ زوّارِ مدینہ ہوکر
چمنِ طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغِ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبلِ شیدا ہوکر
صرصرِ دشتِ مدینہ کا مگر آیا خیال
رشکِ گلشن جو بنا گلشنِ دل وا ہوکر
گوشِ شہ کہتے ہیں فریاد رسی کو ہم ہیں
وعدۂ چشم ہے بخشائیں گے گویا ہوکر
پائے شہ پر گرے یارب تپشِ مہر سے جب
دلِ بے تاب اڑے حشر میں پارا ہوکر

ہے یہ امید رضؔا کو تری رحمت سے شہا
نہ ہو زندانیِ دوزخ ترا بندہ ہوکر(9)

☆

مولانا جمیل الرحمٰن جمیؔل بریلوی

دل کہتا ہے ہر وقت صفت ان کی لکھا کر
کہتی ہے زباں نعت محمد کی پڑھا کر

اے ابرِ کرم بارشِ رحمت تری ہوجائے
ہوجائیں گنہ گار ابھی پاک نہا کر

کیا دور ہے سرکارِ مدینہ کے کرم سے
تھوڑی سی جگہ دیں ہمیں طیبہ میں بلا کر

اے بادِ صبا اتنا کرم بہر خدا کر
لے جا تو مدینہ کو مری خاک اڑا کر

کیا مہرِ قیامت ہمیں دکھلائے گا تیزی
سرکار رکھیں گے ہمیں دامن میں چھپا کر

اک جام مَۓ عشق کا بندہ کو پلا کر
یا شاہِ عرب اپنی محبت میں فنا کر

ہے نازوں کی پالی ہوئی یہ امتِ عاصی
مولا! یہ کہیں گے کہ رہا اس کو خدا کر

ہے کون وہ دولت جو نہ دی ان کو خدا نے
وہ کون سی شَے ہے جو رکھی ان سے چھپا کر

جو خلد نہ چاہیں گے مدینہ کے عوض میں
لے جائیں گے رضواں انھیں جنت میں منا کر

وہ روز جمیؔلِ رضوی کو ہو میسّر
کچھ نعت پڑھیں روضۂ سرکار پہ آکر(10)

☆

نظم طباطبائی (1933ء)

حرا پر یہ تجلی کس کے جلوے کی نظر آئی
ہوئی گل آتشِ زرتشت شمعِ طور شرمائی

جو پایا ناشناس اہلِ جہاں کو شاہِ بطحا نے
تو بس آئینۂ زانو سے پیدا کی شناسائی

رہے غارِ حرا میں مہرِ انور ایک مدت تک
پسندِ طبع تھی عزلت شریکِ حال تنہائی

نہ تھا جز ذکرِ حق دنیا ومافیہا سے کچھ مطلب
اسی عالم میں گذرا عالمِ طفلی و برنائی

قدم چالیسویں منزل میں اس یوسف نے جب رکھا
تو پہونچا کاروانِ وحی آوازِ جرس آئی

عجب آہنگ تھی جس نے جگایا بھی سلایا بھی
کہ دل جاگ اٹھا آنکھوں میں غفلت کی نیند چھائی

ہوا سینے میں اس سے موج زن اک لجۂ عرفاں
کہ تاب اس جزر و مد کی فطرتِ انساں نہیں لائی

بڑھا جوش اس کا بڑھ کر ساحلِ افلاک تک پہونچا
اٹھی موج اس سے اٹھ کر عرش کی زنجیر کھڑکائی

ہوئیں جاری زباں پر آیتیں وہ نور کی جس پر
فدا ہو لحنِ داؤدی و انفاسِ مسیحائی(11)

☆

حضرت سید شاہ علی حسین اشرفیؔ میاں کچھوچھوی (م 1355ھ)

کھو گئے دو عالم سے محوِ جانِ جاں ہوکر
دَیر میں کیا مسکن طالبِ بتاں ہوکر

تیرے مَے پرستوں کو فکر زہد و تقوا کیا
کس لیے مقید ہوں مطلق العناں ہوکر

کیوں قفس میں پر باندھے طائرِ مقید کے
ہائے کیا کِیا تو نے یارِ مہرباں ہوکر

یوں تو جستجو میں ہم مدتوں رہے لیکن
کچھ نشاں ملا تیرا آپ بے نشاں ہوکر

رازِ خلوتِ جاناں لب پہ آنہیں سکتا
خود بہ خود ہوئے ساکت شکلِ بے زباں ہوکر

بے قراریاں کیسی اشرفیؔ ترے دل کو
ضبط کیوں نہیں کرتا مردِ رازداں ہوکر(12)

☆

مولانا حامد رضا خان حامدؔ بریلوی (م 1362ھ)

(برادرِ اکبر مصطفےٰ رضا نوریؔ بریلوی)

ہیں عرشِ بریں پر جلوہ فگن محبوبِ خدا سبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ

حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی مرکب نے کہا سبحان اللہ

طالب کا پتا مطلوب کو ہے مطلوب ہے طالب سے واقف
پردہ میں بلا کر مل بھی لیے پردہ بھی رہا سبحان اللہ

ہے عبد کہاں معبود کہاں معراج کی شب ہے راز نہاں
دو نور حجابِ نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ

سمجھے حامدؔ انسان ہی کیا یہ راز ہیں حسن و الفت کے
خالق کو حبیبی کہنا تھا خلقت نے کہا سبحان اللہ(13)

☆

اصغر گونڈوی (م1936ء)

دل نثارِ مصطفیٰ جاں پائمالِ مصطفیٰ
یہ اویسِ مصطفیٰ وہ بلالِ مصطفیٰ

دونوں عالم تھے مرے حرفِ دعا میں غرق ومحو
میں خدا سے کر رہا تھا جب سوالِ مصطفیٰ

سب سمجھتے ہیں اسے شمعِ شبستانِ حرا
نور ہے کونین کا لیکن جمالِ مصطفیٰ

عالمِ ناسوت میں اور عالمِ لاہوت میں
کوندتی ہے ہر طرف برقِ جمالِ مصطفیٰ

عظمتِ تنزیہہ دیکھی شوکتِ تشبیہ میں
ایک حالِ مصطفیٰ ہے ایک قالِ مصطفیٰ

دیکھیے کیا حال کر ڈالے شبِ یلدائے غم
ہاں نظر آئے ذرا صبحِ جمالِ مصطفیٰ

ذرہ ذرہ عالمِ ہستی کا روشن ہوگیا
اللہ اللہ شوکت و شانِ جمالِ مصطفیٰ

☆

ریاضؔ خیر آبادی

نام کے نقش سے روشن یہ نگینہ ہوجائے
کعبۂ دل مرے اللہ مدینہ ہوجائے

وہ چمک درد کی ہو دل میں کہ بجلی چمکے
دامنِ طور ذرا آج یہ سینہ ہوجائے

آنکھ میں برق سرِ طور ہو گنبد کا کلس
شرَف اندوزِ زیارت یہ کمینہ ہوجائے

اس کی تقدیر جو پامال ہو تیرے در پر
اس کی تقدیر کہ جو خاکِ مدینہ ہوجائے

دفن ہوں ساتھ مرے میرے گہر ہائے سخن
خاک میں مل کے نمایاں یہ دفینہ ہوجائے

جان کی طرح تمنا ہے یہی دل میں ریاضؔ
مروں کعبہ میں تو منھ سوے مدینہ ہوجائے (14)

☆

بیدمؔ شاہ وارثی (م1940ء)

قبلہ و کعبۂ ایمان رسولِ عربی
دوجہاں آپ پہ قربان رسولِ عربی

چاند ہو تم تو رسولانِ سلف تارے ہیں
سب نبی دل ہیں تو تم جان رسولِ عربی

صدقہ حسنین کا روضہ پہ بلالو مجھ کو
ہند میں ہوں میں پریشان رسولِ عربی

کوئی بہتر ہے تو بہتر سے بھی بہتر تو ہے
سب سے اعلا ہے تری شان رسولِ عربی

تیرا دیدار ہے دیدارِ الٰہی مجھ کو
تیری اُلفت مرا ایمان رسولِ عربی

مجمعِ حشر میں اس شان سے آئے بیدمؔ
ہاتھ میں ہو ترا دامان رسولِ عربی(15)

☆

مولانا حسرتؔ موہانی (م1951ء)

مظہرِ شانِ کبریا صلِ علیٰ محمدٍ
آئینۂ خدا نما صلِ علیٰ محمدٍ

موجبِ نازِ عارفاں باعثِ فخرِ صادقاں
سرورِ خیلِ انبیا صلِ علیٰ محمدٍ

مرکزِ عشقِ دل کشا مصدرِ حسنِ جاں فزا
صورت و سیرتِ خدا صلِ علیٰ محمدٍ

مونسِ دل شکستگاں پُشتِ پناہِ خستگاں
شافعِ عرصۂ جزا صلِ علیٰ محمدٍ

حسرتؔ اگر رکھے ہے تو بخششِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے صدا صلِ علیٰ محمدٍ(16)

☆

ڈاکٹر اقبالؔ (م 1938ء)

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم اٹھا اٹھا کر
وہ بزمِ یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منھ کو چھپا چھپا کر

جو تیرے کوچے کے ساکنوں کا فضائے جنت میں دل نہ بہلے
تسلیاں دے رہی ہیں حوریں خوشامدوں سے منا منا کر

شہیدِ عشق نبی کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے زندہ باشی ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر

ترے ثنا گو عروسِ رحمت سے چھیڑ کرتے ہیں روزِ محشر
کہ اس کو پیچھے لگالیا ہے گناہ اپنا دکھا دکھا کر

بتائے دیتے ہیں اے صبا ہم یہ گلستانِ عرب کی بو ہے
مگر نہ اب ہاتھ لا ادھر کو وہیں سے لائی ہے تو اڑا کر

شہیدِ عشقِ نبی ہوں میری لحد پہ شمعِ قمر جلے گی
اٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغِ خورشید سے جلا کر

جسے محبت کا درد کہتے ہیں مایۂ زندگی ہے مجھ کو
یہ درد وہ ہے کہ میں نے رکھا ہے اس کو دل میں چھپا چھپا کر

خیال راہِ عدم سے اقبالؔ تیرے در پر ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ عمل نہیں ہے صلہ مری نعت کا عطا کر (17)

سیمابؔ اکبرآبادی (1951ء)

سلام اے صبحِ کعبہ السلام اے شامِ بت خانہ
تو چمکا بزمِ آزر میں بہ اندازِ خلیلانہ

حریمِ پاک تیرا وہ بلند ایواں حقیقت کا
جہاں جبریل بھی ناچیز سا ہے ایک پروانہ

کہیں تو زندگی پیرا بہ اندازِ لبِ عیسیٰ
کہیں تو خطبہ فرما اوجِ طائف پر کلیمانہ

کچھ اس انداز سے جلوہ نمائی تو نے فرمائی
کہ ہر ذرّہ زمیں کا ہوگیا تیرا ہی دیوانہ

یہ دنیا تیری نظروں میں مثالِ نقطۂ ناقص
یہ عالم خرمنِ عرفاں کا تیرے صرف اک دانہ

مجھے معلوم ہے رازِ غلامی اہلِ عالم کا
ہے آئینِ سیاست سے ترے ذہن ان کا بےگانہ

اگر پیرو ترا یہ عالمِ ایجاد ہوجائے
تو اک انسان ہی کیا کل کائنات آزاد ہوجائے (18)

☆

مولوی ظفر علی خاں (م 1956ء)

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی دنیا کے سب درباروں میں

گر ارض و سما کی محفل میں 'لولاک لما' کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گل زاروں میں یہ نور نہ ہو سیّاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سی پاروں میں

ہیں کرنیں ایک مشعل کی بوبکر و عمر، عثمان و علی
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں (19)

☆

اکبر وارثی میرٹھی (م 1952ء)

نیرنگیاں عجب تھیں محمّد کے نور کی
ہر جا نئی ادا تھی کرم کے ظہور کی

آنکھوں میں روشنی ہے محمّد کے نور کی
بجلی چمک رہی ہے ثنا میں ظہور کی

غنچوں میں عطر بیز ہے خوشبو حضور کی
نیرنگیاں ہیں گل میں محمّد کے نور کی

رحمت نے آ کے جوش میں کیں غرق کشتیاں
عیبوں کی، معصیت کی، خطا کی، قصور کی

ہم عاصیوں کو بخش گئی پاک کر گئی
موج آگئی جو رحمتِ ربِّ غفور کی

بُت کہہ رہے تھے وقت ہلاکت کا آگیا
آمد ہے اب تو شافعِ یومُ النشور کی

اکبؔر خدا کے فضل سے جنت کو ساتھ ساتھ
پڑھتا ہوا چلوں گا میں نعتیں حضور کی (20)

☆

مولانا محمد علی جوہرؔ (م1931ء)

کلفتِ قطعِ منازل ہوئی کافور ہے آج
ہے مدینہ جو نزدیک تو سب دور ہے آج

سنگِ در تک تو بہ ہرحال رسائی بخشی
دیکھوں کیا کیا مرے سرکار کو منظور ہے آج

آرزوہاے دوعالم تھی اور اک دل، کل تک
فقط اک تیری تمنا سے وہ معمور ہے آج

اب بھی دیدار سے محروم ہی رکھیے گا ہمیں
تھی جو اک حسرتِ پابوس بہ دستور ہے آج

جس سے چہرے دمک اٹھے تھے یثرب کے
دیکھو جوہرؔ کی بھی آنکھوں میں وہی نور ہے آج (21)

☆

احسنؔ مارہروی (م1940ء)

ہر اک ذرہ چمک اٹھا ہے مہِ تابِ ضیا بن کر
فضا کو جگمگایا آپ نے شمس الضحا بن کر

مرے سرکار آئے دردِ عصیاں کی دوا بن کر
سکونِ قلبِ مضطر غم زدوں کا آسرا بن کر

نبی ہیں اور جتنے اخترِ برجِ رسالت ہیں
مرے سرکار آئے ہیں مگر شمس الضحا بن کر

خدا شاہد بڑی مشکل میں تھے اللہ کے بندے
کہ وہ تشریف لائے دفعتاً مشکل کشا بن کر

پریشانِ حوادث دیکھ کر بحرِ حوادث میں
پئے تسکیں انھیں کی یاد آئی ناخدا بن کر

تمھیں نے زندگیِ نو عطا فرمائی ہے آقا
کہ مردہ دل کے واسطے آبِ بقا بن کر

سمجھ سے ماورا ہستی کو احسنؔ کیا کوئی سمجھے
کہ دنیا میں مرے سرکار آئے جانے کیا بن کر(22)

☆

حضرت آسی غازی پوری (م1917ء)

نہ میرے دل نہ جگر پر نہ دیدۂ تر پر
کرم کرے وہ نشان قدم تو پتھر پر

تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
نظر ٹھہرتی نہیں عارضِ منور پر

کسی نے لی رہ کعبہ کوئی گیا سوے دَیر
پڑے رہے ترے بندے مگر ترے در پر

گنہ گار ہوں میں واعظو! تمہیں کیا فکر
مرا معاملہ چھوڑو شفیعِ محشر پر

پلا دے آج کہ مرتے ہیں رند اے ساقی
ضرور کیا کہ یہ جلسہ ہو حوضِ کوثر پر

صلاحیّت بھی تو پیدا کر اے دلِ مضطر
پڑا ہے نقشِ کفِ پاے یار پتھر پر

اخیر وقت ہے آسؔی چلو مدینے
نثار ہو کے مریں تربتِ پیمبر پر(23)

☆

سید احمد حسین امجؔد حیدر آبادی (م1961ء)

فرقت میں جاں برباد ہے آیا ہے اب آنکھوں میں دم
جاکر سنائے کون انہیں افسانۂ بیمارِ غم
پیغام بر ملتا نہیں بے چارہ و بے کس ہیں ہم
ان نلت یا ریح الصبا یوماً الیٰ ارض الحرم
بلغ سلامی روضۃً فیھا النبی المحترم

کیا شکل کھینچی واہ وا قرباں ترے دستِ قضا
پڑھتے ہیں جس کو دیکھ کر حور و ملک صلِ علا
کیا رنگ ہے کیا روُپ ہے کیا حسن ہے نامِ خدا
من وجھہ شمس الضحیٰ من خدہ بدرالدجیٰ
من ذاتہ نورالھدیٰ من کفہ بحرالھمم

کیا پوچھتے ہو ہم دمو! ہم سے محبت کا مزا
دل چاک ہے ٹکڑے جگر تن زخمیِ تیغ جفا
سننا وہاں ہر زخم سے رہ رہ کے آتی ہے صدا
اکباد نا مجروحۃً من سیف ھجر المصطفیٰ
طوبیٰ لاھل البلدۃٍ فیھا النبی المحترم

پیراہن دل چاک ہے ٹکڑے ہیں جیب و آستیں
جینے سے جی بے زار ہے ہونٹوں پہ ہے جانِ حزیں
اچھے مسیحا بے رخی بیمار سے اچھی نہیں
یا رحمۃ للعالمیں ادرک لزین العابدیں
محبوس ایدی الظالمیں فی المرکب والمزدھم (24)

☆

جگر مرادآبادی (م1968ء)

اک رند ہے اور مدحتِ سلطانِ مدینہ
ہاں کوئی نظر رحمتِ سلطانِ مدینہ
تو صبحِ ازل آئینۂ حسنِ ازل بھی
اے صلِ علیٰ صورتِ سلطانِ مدینہ
اے خاکِ مدینہ تری گلیوں کے تصدق
تو خلد ہے تو جنتِ سلطانِ مدینہ
کونین کا غم یادِ خدا وردِ شفاعت
دولت ہے یہی دولتِ سلطانِ مدینہ
اس امتِ عاصی سے نہ منھ پھیر خدایا
نازک ہے بہت غیرتِ سلطانِ مدینہ
اے جان بہ لب آمدہ ہشیار خبردار
وہ سامنے ہیں حضرتِ سلطانِ مدینہ
ظاہر میں غریب الغرباء پر یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سلطانِ مدینہ

کچھ اور نہیں کام جگرؔ مجھ کو کسی سے
کافی ہے بس اک نسبتِ سلطانِ مدینہ(25)

☆

علامہ سید نعیم الدین نعیم مرادآبادی (م1948ء)

کرتے ہیں کس پہ کچھ ستم، کیوں ہو کسی کو رنج و غم
مولدِ مصطفٰے کی ہم، عید اگر منائیں تو

بد ہیں اگرچہ ہم حضور، آپ کے ہیں مگر ضرور
کس کو سنائیں حالِ دل، تم کو نہیں سنائیں تو

آپ کے در پہ گر نہ آئیں، کون سا در ہے جس پہ جائیں
سامنے کس کے سر جھکائیں، آپ ہمیں بتائیں تو

حال مرا تباہ ہے، نامہ مرا سیاہ ہے
ہیچ مرا گناہ ہے، آپ اگر بچائیں تو

دل کی مراد ان کی دید، دید ہے ان کی دل کی عید
عید نہیں ہے کچھ بعید، لطف سے گر بلائیں تو

کرنے کو جان و دل فدا روضۂ پاک پر شہا
پہونچے نعیمؔ بے نوا، آپ اگر بلائیں تو(26)

☆

شکیل بدایونی (م1970ء)

تمنا ہے کہ مرتے وقت ہم بھی مسکراتے ہوں
زباں پر یا محمد ہو جب اس دنیا سے جاتے ہوں
بنے اے کاش اس دم سازِ ہستی آخری ہچکی
فرشتے نغمۂ صل علیٰ جب گنگناتے ہوں
مزا جب ہے کہ ہم دیوانہ وار ان کی طرف جائیں
اشارے سے شہِ ہر دوسرا ہم کو بلاتے ہوں
شبِ فرقت کی ان رنگینیوں پر جان و دل صدقے
تمہاری یاد ہو دل میں ستارے مسکراتے ہوں
نہ کیوں اونچا ہو سارے انبیا سے مرتبہ ان کا
سفارش کر کے جو امت کو اپنی بخشواتے ہوں
سکوں کی ساعتوں میں کون ان کو بھول سکتا ہے
دمِ مشکل جو ہر اک بے نوا کے کام آتے ہوں

بیاں ہو کیا شکیلؔ اس بزمِ دل کی جلوہ سامانی
حبیبِ کبریا جس بزم میں تشریف لاتے ہوں

☆

ناصرؔ کاظمی (م1972ء)

(تظمین بر کلام غالبؔ)

یہ کون طائرِ سدرہ سے ہم کلام آیا
جہانِ خاک کو پھر عرش کا سلام آیا
جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
''زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے''
کہاں سے لاؤں ترا مثل اور ترا نظیر
خطِ جبیں ترا امُّ الکتاب کی تفسیر
دکھاؤں پیکرِ الفاظ میں تری تصویر
''مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے''
تھکی ہے فکرِ رسا اور مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے
''ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے''(27)

☆

مولانا حسنینؔ رضا بریلوی (م1981ء)

تری نعلِ مقدس جس کے سر پر سایہ گستر ہے
وہی فرماں روائے ہفت کشور ہے سکندر ہے
خدا ہی جانے ان کے سر کی عزت اور عظمت کو
قدم ان کے جہاں پہونچے وہ عرشِ ربِّ اکبر ہے
ترے الطافِ بے پایاں تری چشم کرم مولا!
ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے
ہمارے پاس تھا ہی کیا جسے قربان کردیتے
بس اک ٹوٹا ہوا دل ہے جو قدموں کی نچھاور ہے
یہ مہر و ماہ بھی تو منتظر ہیں اک اشارے کے
زمیں پر آپ رہتے ہیں حکومت آسماں پر ہے
پلٹنے والے کیا پلٹے مقدر کا پلٹنا تھا
نہ یاں وہ سبز گنبد ہے نہ یاں اللہ کا گھر ہے

غضب ہی کردیا حسنینؔ طیبہ سے پلٹ آیا
وہ جیتے جی کی جنت ہے وہ جنت سے بھی بڑھ کر ہے(28)

☆

احسان دانشؔ (م1982ء)

کعبۂ جاں قبلۂ اہلِ نظر پیدا ہوئے
خواجۂ کونین شاہِ بحر و بر پیدا ہوئے

ہر قدم اک مشرقِ نور و ضیا کا سامنا
ہر نفس امکانِ معراجِ نظر پیدا ہوئے

جس زمیں کو پائے بوسی کا شرَف حاصل ہوا
اس زمیں میں لعل و یاقوت و گہر پیدا ہوئے

عارفِ ارض و سما میرِ بساطِ کائنات
خیر سے خیرالامم ، خیرالبشر پیدا ہوئے

جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا
اک نظر میں سیکڑوں حُسنِ نظر پیدا ہوئے

اب نہ اتریں گے صحیفے اب نہ آئیں گے رسول
لے کے قرآں آخری پیغام بَر پیدا ہوئے

حُسن کو جس رنگ میں دیکھا تڑپ کر رہ گئے
اور یہ حالات دانشؔ عمر بھر پیدا ہوئے

☆

جوشؔ ملیح آبادی (م1982ء)

اے مسلمانو! مبارک ہو نویدِ فتح یاب
لو وہ نازل ہورہی ہے چرخ سے امُّ الکتاب

وہ اٹھے تاریکیوں کے بامِ گردوں سے حجاب
وہ عرب کے مطلعِ روشن سے ابھرا آفتاب

گرد بیٹھی کفر کی ، اٹھی رسالت کی نگاہ
گر گئے طاقوں سے بت خم ہوگئی پشتِ گناہ

چرخ سے آنے لگی پیہم صدائے لاالٰہ
ناز سے کج ہوگئی آدم کے ماتھے پر کلاہ

آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسول
روحِ فطرت پر ہے جس کی حکمرانی وہ رسول

جس کا ہر تیور ہے حکمِ آسمانی وہ رسول
موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسول

محفلِ سفاکی و وحشت کو برہم کردیا
جس نے خوں آشام تلواروں کو مرہم کردیا

☆

حفیظؔ جالندھری (م1982ء)

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِّ رحمانی سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
سلام اے سِرِّ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزت افزائی زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آگئی گل زارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہوگیا پھر فضلِ ربّانی
سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلائے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہوچکی اجزائے ہستی کی پریشانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہوجائے
ترے پرتَو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی
حفیظِؔ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
ترا در ہو ، مرا سر ہو ، مرا دل ہو ، ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے(29)

☆

مولانا سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (م 1383ھ)

مدینہ کی زمیں بھی کیا زمیں معلوم ہوتی ہے
لیے آغوش میں خلدِ بریں معلوم ہوتی ہے

ترے جُود و کرم کی ہر ادا میں یارسول اللہ
نمودِ شانِ رب العالمیں معلوم ہوتی ہے

تعالیٰ اللہ اے ارضِ مدینہ تیرا کیا کہنا
بلندی عرش کی زیرِ زمیں معلوم ہوتی ہے

سیہ کارانِ امت کے لیے زلفِ سیہ ان کی
سراسر رحمۃ للعالمیں معلوم ہوتی ہے

گنہ گاروں سے پوچھو زاہدو! رتبہ محمد کا
انہیں قدرِ شفیع المذنبیں معلوم ہوتی ہے

خدا جانے کہ سودا دل میں ہے یا درد ہے دل میں
مگر اک چوٹ سی مجھ کو کہیں معلوم ہوتی ہے

نگاہِ یار کی تاثیر سیّد ایسی ہے اَن مِٹ
جہاں پر تھی کسک اب تک وہیں معلوم ہوتی ہے(30)

☆

حضرت حافظ پیلی بھیتی

آنکھ میں پھرتی ہے وہ شوخیِ رفتار جدا
تڑپے جاتا ہے جدائی میں دلِ زار جدا

وہی اچھے رہے محشر میں جو رحمت برسی
بے گناہوں سے کھڑے تھے جو گنہ گار جدا

خاک پر لوٹتے ہیں، کوے نبی میں دونوں
نورِ خورشید جدا ، سایۂ دیوار جدا

چلتا پھرتا رہے دن رات مگر کیا ممکن
اُن کی دیوار سے ہو سایۂ دیوار جدا

اپنا اپنا تجھے سب کہتے ہیں اللہ اللہ!
شیخ و مَے خوار جدا ، کافر و دیں دار جدا

سر اگر تن سے جدا ہو، تو جدا ہو حافظ
سر سے ہوگا نہ درِ احمدِ مختار جدا

☆

مولاناضیاءالقادری بدایونی

کلکِ قدرت سے بر آمد جو صدا ہوتی ہے
مدحتِ صاحبِ لولاک لما ہوتی ہے

جاں مدینے کو رواں وقتِ قضا ہوتی ہے
للہ الحمد کہ مقبول دعا ہوتی ہے

ورفعنا لک ذکرک کے ترانے سُن کر
خود فضاے دوجہاں نغمہ سرا ہوتی ہے

فرضِ حیدر ہوئے نذرِ ادبِ شاہِ رُسل
کب قضا ورنہ نمازِ عُرَفا ہوتی ہے

چرخ پر نغمے سلاموں کے جو گاتے ہیں مَلَک
عالمِ وجد میں عالم کی فضا ہوتی ہے

ہو خدا! حُسنِ تصور کی مرے عمر دراز
جان سو جاں سے مدینے پہ فدا ہوتی ہے

نور کے تڑکے ضیاؔ کہتا ہوں اُس وقت غزل
جب مدینے کی ذرا دل میں ضیا ہوتی ہے(31)

☆

زائرِ حرم حمیدؔ صدیقی لکھنوی (م1385ھ)

ہند سے پھر قافلے سوے حرم جانے لگے
خوش نصیبوں کے لیے پیغامِ شوق آنے لگے

دلِ کو یوں حُسنِ تصوّر کے مزے آنے لگے
ہر نفس جیسے پیام آنے لگے جانے لگے

آگیا رحمت بہ داماں موسمِ حج آگیا
نغمہ ہاے شوق اربابِ طرب گانے لگے

عازمانِ کوچۂ طیبہ پہ ہنگامِ وداع
کوثر و زم زم کے ساگر بھر کے چھلکانے لگے

پھر سکونِ گم شدہ کی جستجو ہونے لگی
وہ جنونِ شوق کے لمحات یاد آنے لگے

چاندنی شب میں کھجوروں کے درختوں کا وہ عکس
جیسے عارض پہ کسی کے زُلف لہرانے لگی

آیۂ لاتقنطوا پیشِ نظر رکھیے حمیدؔ
دل ہجومِ ناامیدی سے جو گھبرانے لگے(32)

☆

ماہرالقادری (م1398ھ)

کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے ، کچھ کفر نے فتنے پھیلائے
سینوں میں عداوت جاگ اُٹھی،انسان سے انساں ٹکرائے

پامال کیا برباد کیا ، کم زور کو طاقت والوں نے
جب ظلم و ستم حد سے گزرے ،تشریف محمّد لے آئے

تہذیب کی شمعیں روشن کیں،اونٹوں کے چرانے والوں نے
کانٹوں کو گلوں کی قسمت دی،ذرّوں کے مقدر چمکائے

اللہ سے رشتے کو جوڑا ، باطل کے طلسموں کو توڑا
خود وقت کے دھارے کو موڑا ، طوفاں میں سفینے تیرائے

تلوار بھی دی قرآں بھی دیا ، دنیا بھی عطا کی عقبیٰ بھی
مرنے کو شہادت فرمایا ، جینے کے طریقے سمجھائے

عورت کو حیا کی چادر دی ، غیرت کا غازہ بھی بخشا
سینوں میں نزاکت پیدا کی ، کردار کے موتی بکھرائے

اے نامِ محمّد صلِ علیٰ ، ماہؔر کے لیے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا ، اور آنکھ میں آنسو بھر آئے(33)

☆

مولانا محمد یونسؔ مالیگ (م1982ء)

ہو مجھ پر بھی چشمِ کرم میرے آقا حبیبِ خدا تاجدارِ مدینہ
درِ پاک پر اپنے مجھ کو بلالو، ہوں مدت سے امیدوارِ مدینہ

کٹے اب تو شامِ غم و ہجر و کلفت ،نمودار ہو صبحِ عیش و مسرت
مجھے کاش پہنچادے اِک بار قسمت ،کروں تابہ کے انتظارِ مدینہ

وہیں کاٹوں اب عمر میں اپنی آقا ،وہیں خاتمہ ہو مری زندگی کا
بقیعِ مقدس میں ہو دفن لاشہ ، بنے خاک میری غبارِ مدینہ

ہیں مرغوب مجھ کو مدینے کے صحرا ،نہیں رغبتِ سیرِ گلزارِ طیبہ
کہ لذت میں ہے لمسِ گل سے زیادہ ،رگِ جان کو نوکِ خارِ مدینہ

نہ مایوس ہو رحمت و مغفرت سے ،ندا آرہی ہے درِ مصطفیٰ سے
گنہ گارو! اپنی شفاعت کے حامی ، ہیں دارین میں غم گسارِ مدینہ

خدا نے قسم یاد فرمائی اِس کی ، ہے طیبہ کی یہ بھی دلیلِ بزرگی
ہے بلدُ الامیں اس کی تعریف آئی ، بہ اظہارِ عزّ و وقارِ مدینہ

فضائیں ہیں عکسِ جمالِ محمّد ، ہواوں میں عطرِ خیالِ محمّد
تو ہیں باز گشتِ مقالِ محمّد سے خوش رنگ لیل و نہارِ مدینہ

جہاں سب پکاریں گے یاربِّ نفسی ، جہاں ہوگا یونسؔ کسی کا نہ کوئی
وہاں بھی اس امّت کے غم خوار و حامی ، رہیں گے شہِ ذی وقارِ مدینہ(34)

☆

مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی (م 1981ء)

کچھ ایسا کردے مرے کردگار آنکھوں میں
ہمیشہ نقش رہے روے یار آنکھوں میں
بسا ہوا ہے کوئی گل عذار آنکھوں میں
کھلا ہے چار طرف لالہ زار آنکھوں میں
وہ نور دے مرے پروردگار آنکھوں میں
کہ جلوہ گر رہے رخ کی بہار آنکھوں میں
بصر کے ساتھ بصیرت بھی خوب روشن ہو
لگاؤں خاک قدم بار بار آنکھوں میں
انہیں نہ دیکھا تو کس کام کی ہے یہ آنکھیں
کہ دیکھنے کی ہے ساری بہار آنکھوں میں
نظر میں کیسے سمائیں گے پھول جنت کے
کہ بس چکے ہیں مدینے کے خار آنکھوں میں
خزاں کا دَور ہوا دُور وہ جہاں آئے
ہوئی ہے قدموں سے ان کے بہار آنکھوں میں
وہ سبز سبز نظر آرہا ہے گنبد سبز
قرار آگیا یوں بے قرار آنکھوں میں
کرم یہ مجھ پہ کیا ہے مرے تصور نے
کہ آج کھینچ دی تصویرِ یار آنکھوں میں
فرشتو! پوچھتے ہو مجھ سے کس کی امت ہو
لو دیکھ لو یہ ہے تصویرِ یار آنکھوں میں
پیا ہے جامِ محبت جو آپ نے نوریؔ
ہمیشہ اس کا رہے گا خمار آنکھوں میں (35)

تیسرے دور کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ اردو نثر و نظم کی ہمہ جہت ترقی کے لیے یہ دور سنہری دور بن جاتا ہے۔ اس میں نظم و نثر کے میدان میں بے پناہ ترقی ہوتی ہے۔ جنوبی ہند سے اُٹھنے والی ولیؔ دکنی کی صداے بازگشت ایک بادِ صرصر بن کر شمالی ہند کے فارسی سے دل چسپی رکھنے والے شعراے کرام کو اردو کا گرویدہ بنا دیتی ہے۔ خسروؔ، حاتمؔ، آرزوؔ، آبروؔ، قائمؔ، ناجیؔ اور مرزا مظہرؔ جانِ جاناں وغیرہ اردو نثر و نظم کو اپنے خیالات اور جذبات سے مالا مال کرنے لگتے ہیں۔

اس بات کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ ان حضرات کے بعد میرؔ، سوداؔ، میر دردؔ، یقینؔ وغیرہ اور فورٹ ولیم کالج کے قیام سے اردو کی ہمہ گیر ترقی میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور انیسویں صدی میں اردو مکمل طور پر کاروبارِ حیات کی تفہیم کرنے والی زبان بن گئی۔ نظم کے ساتھ ساتھ نثری میدان میں بھی اس دور میں بھرپور طبع آزمائی کی گئی۔ غالبؔ نے اپنے خطوط کے ذریعہ اور سرسیدؔ، حالیؔ، شبلیؔ، غلام غوث بےخبرؔ، میر مہدی مجروحؔ، احمد رضا بریلوی وغیرہ نے مل کر اردو نثر کو بامِ عروج تک پہنچا دیا۔

یہی وہ دور ہے جس میں بہ طورِ صنفِ شاعری اردو نعت گوئی بھی بے پایاں ترقی کرتی چلی گئی۔ اس عہد کے سیاسی، سماجی، تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی اتھل پتھل نے خیالات و جذبات، رجحانات اور فکری پیمانوں کو نئی جہات سے آشنا کر دیا۔ دورِ متاخرین کو اردو نعت گوئی کا عہدِ زرّیں کہا جاتا ہے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھے دلوں سے یاد کرنے اور آواز دینے، استغاثہ و فریاد کرنے کا موقع اس دور سے پہلے اسلامیانِ ہند کے سامنے اس قدر کبھی بھی نہیں آیا تھا۔ اہل بصیرت یہ دیکھ رہے تھے کہ سلطنت مغلیہ کا چراغ ٹمٹما رہا ہے۔ آٹھ سو سالہ مسلم اقتدار خطرے میں ہے اور عزت و وقار کا عنقریب خاتمہ ہونے والا ہے۔ چناں چہ ان ناگفتہ بہ حالات میں نعت گوئی نے خاصی ترقی کر لی۔ قلب و روح کی بے قراری کو قرار بخشنے اور سکون و اطمینان فراہم کرنے میں نعت گوئی ایک محرک ذریعہ بن گئی۔ دراصل کرب و ابتلا انسان کو اللہ کے قرب سے آشنا کرتے ہوئے اس کو نبیِ پاک کی آغوشِ رحمت میں پہنچا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس

زمانے کے حالات نے روح وقلب کی گہرائیوں سے اہل بصیرت کو حمد ونعت کا نذرانہ پیش کرنے پر مجبور کیا۔

تحقیق سے یہ بات بھی واضح کی گئی کہ دورِ متاخرین نعتیہ شاعری کے عروج واقبال کا دور تھا۔نعت گوئی اپنے تشکیلی عہد سے نکل کر تکمیلِ فن کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔امیؔر مینائی،محسؔن، شبلؔی نعمانی ، حاؔلی،نظؔم طباطبائی ، مومؔن، داؔغ،امام احمد رضؔا بریلوی، علامہ حسؔن رضا بریلوی ، ڈاکٹر اقباؔل،اسماعیؔل میرٹھی،حافظؔ پیلی بھیتی،ضیؔا بدایونی،حسنیؔن رضا بریلوی اور مصطفےٰ رضا نورؔی بریلوی وغیرہ نے قلبِ مضطر کے جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانۂ نعت پیش کیا اور اردو نعت گوئی کو انتہائی عروج وکمال تک پہونچا دیا۔

متاخرین نعت گو شعرا کے کلام کا یہ فکری کارواں پورے شعور وآگہی کے ساتھ اپنا سفر طے کرتا رہا اور پوری فکر وآگہی اور دردمندی کے ساتھ اپنے فکر وخیال کو ایک امانت کی طرح عصرِ حاضر کے شاعروں کو سونپ دیا۔یہ انھیں حضرات کی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ عصرِ حاضر کے ادبی منظرنامہ پر اردو نعت گوئی بے پناہ مقبول ہے اور عصرِ حاضر کے شعرا عصری شعور کو بڑی خوب صورتی سے اپنی نعتوں میں تحلیل کر رہے ہیں؛ اور نوتراشیدہ اور خود وضع کردہ لفظی تراکیب،مترنم بحروں اور نئی ہیئت وسانچوں کو اندازِ نو سے برت رہے ہیں۔ذات وکائنات کے مسائل،انسانی دکھوں،تکالیف،مصائب،آلام اور پریشانیوں کے مداوا کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نعتوں میں کی جارہی ہے۔نئے لہجے اور نئے رنگ وآہنگ کے ساتھ جدید علامتوں اور اشاروں کو بڑی فن کاری سے استعمال کیا جارہا ہے۔حتیٰ کہ اردو نعت گوئی کا یہ نہ رُکنے والا سلسلہ مسلسل جاری ہے۔

حواشی

(1) گلبن: نعت نمبر،احمد آباد 1999ء،ص 89

(2) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء،مکتبۂ دین وادب لکھنؤ،ص 102

(3) گلبن: نعت نمبر،احمد آباد 1999ء،ص 90

(4) سید شاہ ابوالحسین نوریؔ: تخئیلِ نوری، برکاتی دارالاشاعت، مارہرہ،ص 22

(5) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء،مکتبۂ دین وادب لکھنؤ،ص 107/ 109/ 108

(6) گلبن: نعت نمبر،احمد آباد 1999ء،ص 94

(7) نقوش: رسول نمبر ج 10 جنوری 1984ء،ادارۂ فروغِ اردو،لاہور،ص 654

(8) حسن رضا بریلوی،مولانا: ذوقِ نعت،اشرفی کتب خانہ،مرادآباد سنبھل،ص 124/ 125

(9) احمد رضا بریلوی،مولانا: حدائقِ بخشش، 1997ء،رضا اکیڈمی ممبئی،ص 108/ 109

(10) جمیل الرحمٰن بریلوی،مولانا: قبالۂ بخشش، مالیگاوں،ص 65

(11) رفیع الدین اشفاقؔ،ڈاکٹر: اردو میں نعتیہ شاعری، 1976ء،اردو اکیڈمی،کراچی،ص 399

(12) نوائے سادات: جمیعۃ الاشرف، کچھوچھہ،ص 34

(13) شہاب الدین رضوی: انتخابِ کلامِ حامد،ص

(14) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء،مکتبۂ دین وادب لکھنؤ،ص 142/ 112

(15) ماہ نامہ حجاز جدید: اکتوبر 1988ء،دہلی،ص 40

(16) حسرت موہانی: کلیاتِ حسرؔت موہانی،فرید بک ڈپو،دہلی،ص 461

(17) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء،مکتبۂ دین وادب لکھنؤ،ص 124

(18) گلبن: نعت نمبر،احمد آباد 1999ء،ص 96

(19) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء،مکتبۂ دین وادب لکھنؤ،ص 122

(20) اکبر وارثی میرٹھی: میلادِ اکبر،فرید بک ڈپو،دہلی،ص 30

(21) طلحہ رضوی برق،ڈاکٹر: اردو کی نعتیہ شاعری،ص 63/ 64

(22) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء،مکتبۂ دین وادب لکھنؤ،ص 126

(23) آسی غازی پوری: عین المعارف، انجمن فیضانِ رشیدی، کلکتہ، ص120
(24) نصیرالدین ہاشمی: دکن میں اردو، ص419 / 420
(25) جگر مرادآبادی: کلیاتِ جگر، فرید بک ڈپو، ص240 / 241
(26) سید نعیم الدین مرادآبادی: ریاضِ نعیم، مرادآباد، ص24
(27) گلبن: نعت نمبر، احمد آباد 1999ء، ص100 / 101
(28) شہاب الدین رضوی: مولانا حسنین رضا بریلوی، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص97
(29) گلبن: نعت نمبر، احمد آباد 1999ء، ص102 / 103 / 104 / 105
(30) سید محمد کچھوچھوی، محدثِ اعظمِ ہند: فرش پر عرش، رضوی کتاب گھر دہلی، ص143 / 144
(31) صابر سنبھلی، ڈاکٹر: دیوانِ صابر، اقرا آفسیٹ، دہلی، ص111 / 112 / 113 / 114
(32) ساجد صدیقی - والی آسی: ارمغانِ نعت، 1982ء، مکتبۂ دین وادب لکھنو، ص213
(33) عبدالبر اثری: اسلامیات (3)-2005ء، فیروس پبلیکیشنز، ممبئی، ص101
(34) محمد یونس مالیگ، مولانا: جناں بکف، رضا ریسرچ اینڈ پبلشن بورڈ، مانچسٹر، ص80
(35) مصطفیٰ رضا نوری بریلوی: سامانِ بخشش، 1428ھ / 2008ء، رضا اکیڈمی ممبئی، ص90 / 94

باب چہارم

عصرِ حاضر میں اردو نعت گوئی کا اجمالی منظر نامہ

عصرِ حاضر میں اردو نعت گوئی کا اجمالی منظر نامہ

مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی اور دورِ متاخرین کے نعت گو شعرا نے اردو نعت گوئی کی پاکیزہ روایت کو ایک امانت کی طرح دورِ جدید کے شعرا کے ہاتھوں میں سونپ دی۔ یہ انھیں حضرات کی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ جب ہم عصرِ حاضر میں اردو دنیا کے ادبی منظر نامہ پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اور دیگر اصناف کے مقابل نعتیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہیں تو قلب و روح اطمینان و سکون کی کیفیات سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ پہلے پہل نعت گوئی صرف مذہبی حلقوں تک محدود تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ جب مذہبی و ادبی حلقوں کے شعرا کی مشترکہ کوششیں اس سمت گامزن ہوئیں تو پھر دیکھتے ہی دیکھتے میدانِ نعت میں نعت گو شعرا کا ایک سیلاب امنڈ آیا۔ شاید ہی اردو کا کوئی ایسا بدنصیب شاعر ہو جس نے نعت نہ لکھی ہو، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اردو کے تقریباً ہر شاعر نے بلا مذہب و ملّت نعت لکھی ہے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔

برصغیر ہند و پاک ہی نہیں بلکہ دنیا میں جہاں جہاں اردو زبان و ادب سے منسلک شعرا موجود ہیں وہ اپنا سوزِ دروں اور جذبۂ شوق بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نعت کے وسیلے سے پیش کر رہے ہیں۔ عصرِ حاضر میں نعت گو شعرا جس انداز سے نعت گوئی کی روایت میں نت نئے تجربات کر رہے ہیں وہ اس سے قبل نہیں ہوئے ہیں۔ اردو ادب میں رائج جملہ اصنافِ ادب اور نو متعارف شدہ اصناف میں بھی اردو کے نعت گو شعرا نعتیہ کلام پیش کر رہے ہیں۔ ہائیکو، ترائیلے، سانیٹ، ثلاثی اور ماہیے جیسی اصناف میں بھی اردو کے بہ کثرت نعتیہ کلام موجود ہیں۔ نادمؔ بلخی اور ڈاکٹر علیم صبا نویدی کے اردو نعتیہ مجموعۂ کلام کلیۂ صنف ''سانیٹ'' پر ہیں۔ نادمؔ بلخی کے مزید دو نعتیہ مجموعے صنف ''دوہا'' پر مشتمل ہیں۔ اس سے عصرِ حاضر میں اردو نعت گوئی کی مقبولیت کا اندازہ بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ عصرِ حاضر میں اردو نعت نگاری میں جو تجربات کیے جا رہے ہیں وہ اس سے قبل نہیں کیے گئے اس میں کوئی دو رائے نہیں۔ عصرِ حاضر کے

شعرا عصری شعور کو بڑی خوب صورتی سے اپنی نعتوں میں تحلیل کر رہے ہیں۔ نوتراشیدہ اور خود وضع کردہ لفظی تراکیب، مترنم بحروں اور نئی ہیئت و سانچوں کو اندازِ نو سے برت رہے ہیں۔ ذات و کائنات کے مسائل، انسانی دکھوں، تکالیف، مصائب، آلام اور پریشانیوں کے مداوا کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نعتوں میں کی جارہی ہے۔ نئے لہجے اور نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ جدید علامتوں اور اشاروں کو بڑی چابک دستی سے برتا جارہا ہے۔

عمیق حنفی، سید جمیل نقوی اور عبدالعزیز خالد نے طویل نعتیہ نظمیں پیش کر کے اردو نعت گوئی کی تاریخ میں ایک زرّیں نقش ثبت کیا ہے۔ عمیق حنفی کی نظم "سلسلۃ الجرس" عصرِ جدید کے مطلع کا ایک ایسا روشن ترین ستارہ ہے جس کی چمک دمک سے جبینِ آفتاب بھی شرما رہی ہے۔ یہ ایک ایسی مقبول ترین نظم ہے جسے ہر مکتب فکر کے افراد نے بہ نظرِ استحسان ملاحظہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں عبدالعزیز خالد کی طویل نظموں "منحمنا، فارقلیط، حمطایا" کے تذکرہ کے بغیر عصرِ حاضر میں اردو نعت گوئی کا بیان نامکمل کہلائے گا۔ مطالعہ و تحقیق کی روشنی میں یہ خیال تقویت پاتا ہے کہ عصرِ رواں کی اردو نعت گوئی گزشتہ دو سو سال کے سرمایۂ نعت پر بھاری ہے۔ اس منظر نامہ کو دیکھ کر بعض ناقدین یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ اکیسویں صدی نعت گوئی کی صدی ہے۔

الغرض عصرِ حاضر میں اردو نعت میں لسانی، ہیئتی اور شعری تجربوں سے اسے نئی سمتوں اور جہتوں سے ہم کنار کرنے والے شعرا کی فہرست بڑی طویل ہے۔ ان شعرا میں بیش تر کے ایک اور بعض کے کئی نعتیہ مجموعۂ کلام منظرِ عام پر آچکے ہیں اور بعض کے منتظرِ اشاعت ہیں۔ ان میں بعض شعرا کے نعتیہ کلام کو اس قدر مقبولیت و شہرت حاصل ہے کہ برِ صغیر ہند و پاک کا اردو داں طبقہ ان کے اشعار سے تو آشنا ہے مگر ان کی ذات سے نہیں۔ ذیل میں ہند و پاک کے عصرِ حاضر کے شعرا کے نام درج کیے جاتے ہیں، جنھوں نے نعتیں قلم بند کیں۔ ان میں کچھ انتقال بھی کر چکے ہیں۔ جن شعرا کے مجموعۂ کلام شائع ہو چکے ہیں ان کے نام کے آگے قوسین میں مجموعۂ کلام کے نام درج کیے جارہے ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہ کہ یہ فہرست نہ تو ترتیب وار ہے اور نہ ہی مکمل...... اردو نعت گوئی کا یہ نہ رُکنے والا سلسلہ مسلسل جاری و ساری ہے۔ بقول پروفیسر محمّد مسعود

احمد مجددی نقشبندی کراچی:

"جذبات کا ایک سیلاب ہے جو امنڈا چلا آرہا ہے...... تھمائے نہیں تھمتا...... سب کی نگاہیں ایک ہستی کی طرف لگی ہوئی ہیں...... اپنی اپنی بساط کے مطابق سب جلوے سمیٹ رہے ہیں...... فکر و خیال کی جھولیاں بھر رہے ہیں...... دنیائے جدید کی تاریک فضاؤں میں نور بکھیر رہے ہیں...... دل گرما رہے ہیں...... رُوح جگا رہے ہیں...... قدم قدم روش روش گل کھلا رہے ہیں......"

[جانِ جاناں: پروفیسر محمّد مسعود احمد مجددی نقشبندی کراچی، رضوی کتاب گھر، بھیونڈی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۹۵]

ذیل میں عصرِ حاضر کے اردو نعت گو شعرا کے اسمائے گرامی کی نامکمل فہرست ملاحظہ کیجیے، واضح رہ کہ ان شعرا میں بعض وہ ہیں جنھوں نے نعت کے علاوہ دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی، ان کے نعتیہ کلام کی اہمیت اور مقبولیت کے پیشِ نظر یہاں ان کے نام درج کے جارہے ہیں :

ضیا القادری، شمس بریلوی، شمس مینائی، درد کاکوروی، افق کاظمی امروہوی، اثر صہبائی، اسد ملتانی، شفیق جونپوری (دیوانِ نعت)، راز الٰہ آبادی (اشکِ ندامت)، عبدالستار خاں نیازی (کلیاتِ نعت)، ریحان رضا بریلوی (ابرِ بخشش)، خوشتر صدیقی (قسیمِ بخشش)، شبنم کمالی (ریاضِ عقیدت وغیرہ)، قیصر وارثی، حق کانپوری، اختر رضا بریلوی (سفینۂ بخشش)، آلِ رسول نظمی مارہروی (تنویرِ مصطفیٰ، عرفانِ مصطفیٰ، نوازشِ مصطفیٰ، بعد از خدا....)، قتیل دانا پوری، طلحہ رضوی برق دانا پوری، ارشد القادری، مشتاق نظامی، بدر القادری (حریمِ شوق، نشیدِ روح، جمیل الشیم، بادۂ حجاز وغیرہ)، قمر الزماں اعظمی (خیابانِ مدحت)، صابر سنبھلی (دیوانِ صابر)، حفیظ بنارسی، عزیز بگھروی، طاہر تلہری، عشرت گودھروی، رشید کوثر فاروقی، ابرار کرتپوری، نادم بلخی (چودہ طبق)، ظہیر غازی پوری، وقار الحلم، فاخر جلال پوری (آیاتِ حرم)، علیم صبا نویدی (ن، نور السمٰوات)، شوکت صبا کیفی، بیکل اُتساہی بلرامپوری (نغمۂ بیکل، حسنِ مجلّٰی، تحفۂ بطحا، سُرورِ جاوداں، بیانِ رحمت، جامِ گل، توشۂ عقبیٰ، نورِ یزداں، والضحیٰ، والنجوم، والفجر)، اجمل

سلطانپوری (انتخابِ اجمل، جذباتِ کلامِ اجمل)، یونس مالیگ (جناں بکف)، بے تاب کیفی، محشر بدایونی، جمیل فاطمی، سلیمان قمر، مرغوب راغب، شاداب رضی، شمس جاوید، سید محمد اشرف مارہروی، نعیم اشرف جائسی، سید سراج اجملی، یاور وارثی، ناظر صدیقی، طپش صدیقی، انور صابری، کوثر جائسی، ادیب مکن پوری، اختر بستوی، سید وحید اشرف کچھوچھوی، حق بنارسی، شمیم جے پوری، عمر انصاری، وسیم بریلوی، حیات وارثی، والی آسی، تسنیم فاروقی، کرشن بہاری نور، سومناتھ سوم، قمر سلیمانی، فنا نظامی کانپوری، انور جلال پوری، معراج فیض آبادی، میکائیل ضیائی، احمد مجتبٰی صدیقی، ظفر اقبال، سرشار صدیقی، احمد صغیر صدیقی، شمس بیتھوی، فرحت قادری، مناظر عاشق ہرگانوی، ریاض اختر ادیبی، رضا شیر گھاٹوی، حماد احمد صابر قادری (جلوۂ عریاں)، مخمور سعیدی، کامران بشر، کوثر نقوی، شارق جمال، حنیف اسعدی، ناوک حمزہ پوری، عبدالقدیر حسرت (زمزمۂ محبت)، ذوقی مظفر نگری (نجمِ سحر)، خالد محمود خالد (قرارِ جاں، قدم قدم سجدے)، حفیظ تائب (صلوا علیہ واٰلہ، وسلموا تسلیما)، منیر الحق کعبی، عثمان عارف نقشبندی (عقیدت کے پھول)، اسلم بستوی (جمالِ نور)، بہزاد لکھنوی (کرم بالائے کرم، نغمۂ روح)، مظفر حسین کچھوچھوی (نسیمِ حجاز)، ضیاالدین ربانی (دیوانِ نعت)، منیر نیازی، سلیم کوثر، عرفان صدیقی، اختر الحامدی (بہارِ عقیدت، دیوانِ نعت)، سید ابو الحسنات حقی، زیب غوری، حسن عزیز، الطاف انصاری سلطانپوری (رودِ بخشش)، سراج الدین منشی (فی شانِ حبیبہٖ)، سلیم شہزاد (کشفیہ)، اشفاق انجم (صلوا علیہ واٰلہ)، سید صبیح رحمانی، عبیداللہ علیم، من چندا بائی، سمینہ راجا، قمر الحسن قمر بستوی (یا ایہا المزمل، یا ایہا المدثر)، فضل الرحمٰن شرر مصباحی، سید شمیم گوہر، سید ابوالخیر کشفی، شاد فیض آبادی، سید شان الحق حقی، عمیق حنفی (سلسلۃ الجرس)، سید جمیل نقوی، اوج گیاوی (دیوانِ نعت)، انور فیروز پوری (مختارِ کل)، راجا رشید محمود (ورفعنا لک ذکرک، حدیثِ شوق)، غزنی خیرآبادی (آفتاب سازم)، حافظ لدھیانوی (تحفۂ حرم، مطلعِ فاراں)، صبا متھراوی، ریاض مجید، راسخ عرفانی، نظیر لدھیانوی، عارف القادری (کلیاتِ نعت)، قمر یزدانی، اعظم چشتی (رنگ و بو)، مسرور کیفی (میزابِ رحمت)، احمد ندیم قاسمی، عارف عبدالمتین، رشید وارثی، عارف رضا،

عبدالعزیز خالد (منحمنا، فارقلیط، حمطایا)، عبدالرحیم عزم (مزمل، شاخِ سدرہ)، کوثر امجدی (جامِ کوثر)، قمر امجدی دہلوی (دیوانِ نعت)، طفیل احمد مدنی (گلدستۂ حرم)، عامر صدیقی (شمعِ شبستاں)، بسمل بہرائچی (نقوشِ حرم)، نظر چشتی (فکرِ نظر)، محشر رسول پوری (فخرِ کونین)، منور لکھنوی (منور نعتیں)، اکبر داناپوری (جذباتِ اکبر)، شوق امرتسری (نعتِ خاتم النبین)، طالب بریلوی (دیوانِ نعت)، قیصر اکبرآبادی (نعتِ سرور)، صادق دہلوی (حریمِ نور)، ادیب رائے پوری (دیوانِ نعت)، ظفر علی راہی جونپوری (نورِ غارِ حرا)، مقبول منظر (انوارِ معرفت)، ادب سیمابی (شاخِ طوبیٰ)، ارمان اکبرآبادی (سروشِ سدرہ)، اقبال صلاح الدین (حدیث آشنا)، الطاف احسانی (شعاعِ ایماں)، ز خ ش (فردوسِ تخیل)، ساحر صدیقی (جامِ حیات)، انجم وزیرآبادی (مینائے کوثر)، بسمل میرٹھی (غنچۂ نور)، اسماعیل انیس (چراغِ عالمین)، بیاں یزدانی (قندیلِ حرم)، سخنور سکندری (سراپا آئینہ)، شاد افسر (شاخِ بریدہ)، الیاس عطار قادری (مغیلانِ مدینہ، سحابِ مدینہ، مدینے کی مٹھاس، ارمغانِ مدینہ، ارمانِ مدینہ)، محمد یعقوب خاکی (مقیاسِ خاکی)، شبیر بخاری (سوز دروں)، صابر براری (جامِ ظہور)، اسد اقبال کلکتوی، محشر بریلوی، تبسم عزیزی، دلکش رانچوی، اشرفی انیس نیّر (شافعِ محشر)، محمد علی ظہوری قصوری (کلیاتِ ظہوری)، نثار علی اُجاگر، صابر کاس گنجوی (قندیلِ نور)، صائم چشتی (جانِ کائنات)، عزیز حاصل پوری (جمالِ نور)، قصری کانپوری (نورِ ازل)، حافظ مظہر الدین (بابِ جبرئیل)، ناظم بزمی (کاروانِ شوق)، نسیم امروہوی (صبحِ ازل)، نسیم بستوی (حیاتِ جاوداں)، صدیق باندوی، بیگم نصرت عبدالرشید (آہِ سحرگاہی)، ہلال جعفری (طلوعِ سحر)، لبنیٰ غزل، خالد انور، شاکر علی نوری (مژدۂ بخشش)، راحت آرا سہیل، اویس رضا عبید قادری، توفیق احسن برکاتی (معراجِ سخن)، مقالہ نگار محمد حسین مُشاہد رضوی (لمعاتِ بخشش) وغیرہ

اردو نعت گوئی کا جو قافلہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور فخر دین نظامی سے چلا تھا وہ آج اوجِ ثریا بل کہ اُس سے بھی آگے نعتیہ ادب میں نور و نکہت بکھیرتا ہوا رواں دواں ہے۔ اردو نعت گوئی کا یہ پورا تاریخی منظر نامہ لگ بھگ ساڑھے پانچ صدیوں کو محیط ہے اور نعت کا یہ نورانی و

عرفانی قافلہ زبان و بیان اور رنگ و آہنگ کے نت نئے آرایشی و زیبایشی ساز و سامان کے ساتھ آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ذیل میں عصرِ رواں کے چند منتخب شعرا کے اشعار ملاحظہ ہوں ۔

راجا رشید محمود:

وہ جس کی پیشانی گردِ راہِ سرکار سے اٹی ہے
وہی تو ہے جس کے سر پہ چادر حضور کے لطف کی تنی ہے
وہ اک سراجِ منیر ہستی کہ جس سے دنیا میں نور پھیلا
نہ اس کی نورانیت سمجھنا ، یہ تو درصل کافری ہے
کہا نبی کا ، کہا خدا کا ، کیا نبی کا ، کیا خدا کا
وما رمیت کا استعارہ اساسِ معراجِ آگہی ہے
سحابِ لطف و عطا و رحمت برس رہا ہے خدا کا مجھ پر
نگاہ میری بفضلِ خالق جو یادِ آقا میں شبنمی ہے

حفیظ تائب:

ہو جیسے چشمہ کوئی ٹھنڈے میٹھے پانی کا
نظام میرے نبی کا کچھ ایسا سادہ ہے
عطا سے ان کی ، غنی ہوگئے گدا سارے
کچھ ایسا آپ کا دستِ کرم کشادہ ہے
گرفتِ تیرہ شبی سے نکلنے والا ہوں
مری نگاہ میں خیرالورا کا جادہ ہے

مظفر وارثی:

حیات اسوۂ سرکار میں اگر ڈھل جائے
ہر ایک سانس کے اندر چراغ سا جل جائے
میں ریزہ ریزہ ہوا تو اُسی کی یاد آئی

جہاں پہنچ کے نہ کوئی بھی نامکمل جائے
طلوعِ صبح کا منظر ہو میرے اندر بھی
صبا جو روح پہ اس کا غبارِ پا مَل جائے
کوئی دکھی جو تہہِ دل سے نام لے اس کا
پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دے بلا ٹل جائے

محمد علی ظہوری:

ہر سمت برستی ہوئی رحمت کی جھڑی ہے
یہ سرورِ کونین کے آنے کی گھڑی ہے
وہ ابرِ کرم دشت کو گلزار بنائے
وہ سایۂ رحمت ہے اگر دھوپ کڑی ہے

قمر یزدانی:

جہاں بھی دیکھ لیا تیرا نقشِ پا میں نے
وہیں پہ سجدۂ الفت ادا کیا میں نے
ترے خیال کی دنیا کے گوشے گوشے میں
خدا کو دیکھا ہے بے پردہ بارہا میں نے
جہاں بھی راہِ وفا میں کٹھن مقام آیا
لیا ہے تیرے کرم کا ہی آسرا میں نے
قمر نہ کیوں ہو مجھے نازِ طبعِ روشن پر
غزل کے رنگ میں لکھی ہے نعت کیا میں نے

فیاض کاوش:

قرآن ہے خود ''نورِ نبوت'' کا قصیدہ
رب نے لکھا ہے ''شانِ رسالت'' کا قصیدہ

دنیا کو دیا آپ نے ہی درسِ ''مساوات''
غیروں میں پڑھا ''حسنِ اخوت'' کا قصیدہ
''جمہور'' کو ہر ظلم کے پنجے سے چھڑایا
پڑھنے لگے سب ''حسنِ عقیدت'' کا قصیدہ
ہر جبر و تشدد پہ کیا شکرِ الٰہی
تھا لب پہ سدا ''صبر و قناعت'' کا قصیدہ

احمد صغیر صدیقی (کراچی):

نظروں میں بسی ہے کسی مہتاب کی صورت
دیکھے چلے آتے ہیں جسے خواب کی صورت
وحشت کے سوا کیا تھا سروں میں کہ وہ آیا
پھر اس نے نکالی ادب آداب کی صورت

محشرؔ بدایونی:

آ کے طیبہ سے طلب اور ہے تشنہ تشنہ
دھڑکنیں دل کی صدا دیتی ہے طیبہ طیبہ
آپ کے سایے میں آجاتے تو یہ حال ہو کیوں
آدمی عقل کے نرغے میں ہے تنہا تنہا

سرشارؔ صدیقی (کراچی):

رحمت، بس اک لفظ ہے، لیکن   اُن کی نسبت سے لکھے.....تو
امن کا پرچم ہوجاتا ہے   لفظِ مجسم ہوجاتا ہے

اسد شاہ جہاں پوری:

آؤ افلاک سے انوار کی بارش دیکھو
آؤ دیکھو کرمِ ربِّ جلیل و اکرم

کنگرہ ریز تزلزل سے ہے قصرِ کسریٰ
ہوش گم کردہ تحیر سے ہیں شاہانِ عجم

علی اصغر عباس:

متاعِ زیست کے سارے ہی باب آپ کے ہیں
ازل سے لکھے ہیں جو بھی نصاب آپ کے ہیں
یہ وقت آپ کے اعجاز کی گواہی ہے
یہ ساری صدیاں زمانے جناب آپ کے ہیں
شعورِ زیست ہے بس آپ کے غلاموں کو
تمام ذرّے بنے آفتاب آپ کے ہیں
لبوں پہ نام محمد کا ورد جاری ہے
درونِ خانہ یہ مکشوف باب آپ کے نہیں

مختار کاشف:

جو گل نہ ہوں گے کبھی آخری نبی کے چراغ
وہ دونوں سیرت و قراں ہیں روشنی کے چراغ
نظر کے گوشے چمکتے کہاں ہیں ان کے بغیر
رہیں فروزاں دبستانِ ہاشمی کے چراغ
یہ سارے عکس اسی پیکر ضیا کے ہیں
رکھے ہیں بام خرد پہ جو روشنی کے چراغ

ڈاکٹر صابرؔ سنبھلی:

ان سے پہلے تھا جہالت کا فروغ
ان کی آمد، علم و حکمت کا فروغ
انکے قدموں کی طرف کچھ دیر بیٹھ
دیکھ لے پھر شانِ رحمت کا فروغ

دامنِ سرکار سے وابستگی
ہے شرافت کا نظافت کا فروغ

فداؔ خالد دہلوی:

اللہ کی مخلوق میں چیدہ وہ ہیں
سردارِ رسل برگزیدہ وہ ہیں
قرآن کی تفسیر ہے اُن کا کردار
سرچشمۂ اوصافِ حمیدہ وہ ہیں

علی محسنؔ صدیقی (کراچی):

ہے ان کا خُلق اکمل، خَلق اجمل
محمد نخبۂ کون و مکاں ہیں
فقیری میں جلالِ بے نہایت
امیری میں جمالِ بیکراں ہیں

سید آلِ رسول حسنین نظمی مارہروی:

کیسا انسان وہ پیدا ہوا انسانوں میں
خون توحید کا دوڑا دیا شریانوں میں
ارضِ یثرب پہ قدم رکھ دیے آقا نے مرے
نور و نکہت کی بہار آگئی ویرانوں میں

علامہ اختر رضا ازہری بریلوی:

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں
تبسم سے گماں گزرے شبِ تاریک پر دن کا
ضیاے رُخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کردیں

سید اولادِ رسول قدسیؔ:

بے حد بلند ہے مری تقدیر کا فلک
دل میں ہے ان کے عشق کی تنویر کا فلک
جس کی دعا میں ان کے توسل کی ہے ضیا
اس کی مراد بن گئی تاثیر کا فلک
ممکن کا آفتاب بنادے محال کو
ابروے مصطفیٰ کے حسیں تیر کا فلک
تارے چمک رہے ہیں ثناے رسول کے
خوش بخت میرے فن کی ہے تعمیر کا فلک

محمد اکرم رضا گوجرانوالہ:

رشکِ نجوم و کہکشاں ان کا وجود ہے
ذرّاتِ ریگِ ملکِ عرب کا نکھار دیکھ
پیوند ہیں لباس میں حجرہ نشین ہیں
سادہ ہے کس قدر شہ گردوں وقار دیکھ
سلطانِ دیں کے پیٹ پہ پتھر بندھے ہوئے
فقر و غنا و صبر کا یہ شاہ کار دیکھ

سید صبیحؔ رحمانی:

میں نے اس قرینے سے نعتِ شہ رقم کی ہے
شعر بعد میں لکھا پہلے آنکھ نم کی ہے
میں غزل سے دُور آیا جب سے یہ شعور آیا
نعتِ مصطفےٰ لکھنا آبروٗ قلم کی ہے

کیفی سنبھلی:

چلو خدا کے برابر نہیں یہ مان لیا
خدا کے بعد تو جاہ وحشم اسی کا ہے
خلوص و مہر و وفا امن و آشتی کا نقیب
عمل ہر ایک ، حریفِ ستم اسی کا ہے

حیدر قریشی (جرمنی):

بنجر دل میں اگتی یہ ہریالی سی
مجھ کو گنبدِ خضرا کی سوغات ہوئی
ٹاٹ ایسا دل مخمل کرلائے
مسجدِ نبوی میں اک ایسی بات ہوئی

افسر امروہوی:

شوق کی پہلی نشانی ہے مرے آقا کی ذات
لفظِ کن کی ترجمانی ہے مرے آقا کی ذات
دہر میں سایا نہ تھا یا تھا یہ تم جانو مگر
حشر میں تو سائبانی ہے مرے آقا کی ذات

مقیم اثر بیاولی (مالیگاوں):

تجھ سا عالم میں کہاں قول وعمل میں یکتا
ساری دنیا میں مثالی رہا درپن تیرا
پیکرِ شرم و حیا مصلحِ ایمان و یقیں
ذکر کرتی رہی ہر موڑ پہ چلمن تیرا

فارق اختر مالیگ:

زمین عرشِ بریں کا جواب لگتی ہے
یہ بارگاہِ رسالت مآب لگتی ہے
ہیں جاں نثار صحابہ کے درمیاں آقا
زمیں میں انجمن ماہ تاب لگتی ہے
بروزِ حشر فقط اک جام اے آقا
ابھی سے گرمیِ روزِ حساب لگتی ہے

عادل فاروقی (مالیگاوں):

یہ کون آیا کہ جس کی تمکنت سے
نظامِ بت کدہ سہا ہوا ہے
کبھی اک نور کی بارش ہوئی تھی
اُجالا آج تک پھیلا ہوا ہے

اثر صدیقی (مالیگاوں):

اے مزمل، اے مدثر، اے مرے خیر البشر
چشمِ نم کی طشتری میں مثلِ ناسفتہ گہر
لے کے آیا ہوں میں تسلیمِ نظر
اے چراغِ کعبہ! اے مرے ظلمت شکن
اس لیے سرشار ہے سیلِ کلام
ہے رقم قرطاسِ لب پر مصرعۂ حرفِ سلام
رونقِ شہرِ نبوت! اے بہارِ خاک داں
آخرِ شب عالمِ تنویر میں
روح کی گہرائیاں آداب کہتی ہیں تجھے
سیدالسادات! میرے محسنِ انسانیت

ڈاکٹر مشاہد رضوی (مالیگاؤں):

صبیح آپ صباحت کی آبرو بھی آپ
ملیح آپ ملاحت کی آبرو بھی آپ
ہوا نہ ہے نہ کبھی ہوگا آپ سا کوئی
وجیہ آپ وجاہت کی آبرو بھی آپ
سعادتوں نے سعادت ہے آپ سے پائی
سعید آپ سعادت کی آبرو بھی آپ
سراپا آپ کا معمور نکہتوں سے ہے
نفیس آپ نفاست کی آبرؤ بھی آپ
زبان گنگ فصیحانِ کائنات کی ہے
فصیح آپ فصاحت کی آبرؤ بھی آپ
ہر ایک لفظ دلوں میں اترتا جاتا تھا
خطیب آپ خطابت کی آبرؤ بھی آپ
بلاغتوں میں جو یکتا تھے بن گئے گونگے
بلیغ آپ بلاغت کی آبرؤ بھی آپ
جو قتل کرنے کے درپَے تھے وہ بھی کہتے تھے
امین آپ امانت کی آبرؤ بھی آپ
قسیم نعمتِ رب آپ ہیں مرے آقا
کفیل آپ کفالت کی آبرؤ بھی آپ
ہزار جرم و خطا ہیں ، ہیں آپ کے لیکن
شفیع آپ شفاعت کی آبرؤ بھی آپ
عطا ہو عصیاں کی بیماریوں سے آقا شفا
طبیب آپ طِبابت کی آبرؤ بھی آپ
بروزِ حشر مُشاہد کے پیشِ ربِّ جلیل
وکیل آپ وکالت کی آبرؤ بھی آپ

کتابیات

اس مقالہ میں حوالے کے طور پر استعمال میں لائی جانے والی کتب و رسائل ،اخبارات اور لغات کی فہرست

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سنہ اشاعت	ناشر
	(ا)			
1	القران الکریم	....	......	......
2	المدیح النبوی	مولانا یٰسین اختر مصباحی	1988ء	المجمع الاسلامی ،مبارکپور
3	اردو زبان کی تاریخ	عظیم الحق ہندی	1984ء	علی گڑھ
4	اردو میں نعت گوئی	ڈاکٹر ریاض مجید	1990ء	اقبال اکیڈمی ،کراچی
5	اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برقؔ	1974ء	دانش اکیڈمی، آرہ ،بہار
6	اردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر رفیع الدین اشفاقؔ	1976ء	اردو اکیڈمی، سندھ
7	ارمغان نعت	والی آسی ساجد صدیقی	1982ء	مکتبۂ دین وادب لکھنؤ
8	انتخاب قلی قطب شاہ	سیدہ جعفرہ	1989ء	اردو اکیڈمی، اتر پردیش
9	انتخاب کلام حامد	شہاب الدین رضوی		جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی
	(پ)			
10	پنجاب میں اردو	محمود احمد شیرانی	1990ء	اردو اکیڈمی، اتر پردیش
	(ت)			
11	تاریخ ادب اردو	رام بابو سکسینہ	1989ء	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی
12	تعارف تاریخ اردو	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	1977ء	سرفراز قومی پریس، لکھنؤ
13	تاریخ وتنقید	حامد حسن قادری	......	دہلی
14	تنقیدی اشارے	پروفیسر آل احمد سرور	......	مسلم ایجوکیشنل پریس، علی گڑھ
15	تخئیلِ نوری	شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی	......	خانقاہِ برکاتیہ، مارہرہ، ایٹہ
	(ج)			
16	جانِ جاناں	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی	1990ء	رضوی کتاب گھر، دہلی

	(ح)			
17	حدائق بخشش	مولانا احمد رضا بریلوی	1997ء	رضا اکیڈمی، ممبئی
	(د)			
18	دکن میں اردو	ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی	......	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس
	(ذ)			
19	ذوق نعت	مولانا حسن رضا بریلوی	......	اشرفی کتب خانہ، سنبھل
	(ر)			
20	ریاض نعیم	سید نعیم الدین مرادآبادی	......	اشرفی کتب خانہ، سنبھل
	(س)			
21	سامان بخشش	حضرت نوری بریلوی	2008ء	رضا اکیڈمی، ممبئی
22	سرور القلوب بذکر المحبوب	مولانا نقی علی خاں بریلوی	1990ء	فاروقیہ بکڈپو، دہلی
	(ع)			
23	عین المعارف	آسی سکندرپوری	......	انجمن فیضانِ رشیدی، کمرہٹی، کلکتہ
24	عربی میں نعتیہ کلام	ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی	1395ھ	مکتبۂ اسلام لکھنؤ
25	عربی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی	1989ء	ترقی اردو بیورو، دہلی
	(ق)			
26	قبالۂ بخشش	مولانا جمیل الرحمٰن بریلوی	2004ء	آل انڈیا سنّی جمیعۃ العلماء، مالیگاؤں
	(ک)			
27	کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا بریلوی		رضا اکیڈمی، ممبئی
28	کلیات جگر	جگر مرادآبادی	......	فرید بکڈپو، دہلی
	(ل)			
29	لکھنؤ کا دبستانِ شاعری	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	......	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس

	(م)			
30	مدحت	ابرار کرتپوری	......	مرکز علم و دانش، دہلی
31	میں اور ادب	ابن فرید	......	اسرار کریمی پریس، الہ آباد
32	مطالعۂ ولی	ڈاکٹر شارب ردولوی	1972ء	نصرت پبلشرز، لکھنؤ
33	مثنوی کدم راؤ پدم راؤ	ڈاکٹر جمیل جالبی	1979ء	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی
34	مقدمہ تاریخ زبان اردو	ڈاکٹر مسعود حسین خان	1958ء	سرسید بکڈپو، علی گڑھ
	(ن)			
35	نعتیہ شاعری کا ارتقا	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری	1988ء	فائن آفسیٹ ورکس، الہ آباد
36	نعت کے چند شعرائے متقدمین	ڈاکٹر سید شمیم گوہر	1988ء	خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ، الہ آباد
37	نعتیہ روایت کا عروج و ارتقا	ڈاکٹر سراج احمد بستوی	2002ء	رضوی کتاب گھر، دہلی
38	نعت اور آدابِ نعت	مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی	......	ادارۂ نعت نگ، کراچی
39	نور کی برسات	محمد عارف رضوی	......	نازبک ڈپو، ممبئی

رسائل و جرائد

نمبر شمار	نام رسائل	مقام اشاعت	ماہ	سن اشاعت
1	گلبن (نعت نمبر)	احمد آباد	جنوری تا اپریل	1999ء
2	نقوش (رسول نمبر ج ۱۰)	ادارۂ فروغ اردو، لاہور	جنوری	1984ء
3	اوج (نعت نمبر ج ۲)	گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور	......	1992-93ء
4	حمد و نعت	کراچی	جولائی	1981ء
5	شاعر	ممبئی	شمارہ ۴	1966ء
6	اشرفیہ	مبارک پور	ستمبر	2000ء
7	علی گڑھ میگزین	علی گڑھ	....	1976-77ء
8	نوائے ادب	ممبئی	مارچ	1976ء

لغات

نمبرشمار	نام	مصنف/مرتب	مطبع
1	المنجد	......	مرکزی ادارۂ دینیات، دہلی
2	تاج العروس جلد اول	ابن زبیدی	المطبۃ الخیریۃ المنشاۃ بجمالہ، مصر
3	فرہنگ آصفیہ	خانصاحب مولوی سید احمد دہلوی	نیشنل اکاڈمی دہلی
4	فرہنگ ادبیات	سلیم شہزاد	منظر نما پبلشرز، مالیگاؤں
5	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی
6	لغات کشوری	مولوی تصدق حسین رضوی	دار الاشاعت کراچی
7	معجم العربیہ	ولیم ٹامسن ورٹے	لاہور
8	لسان العرب	ابن منظور	دار لسان عرب
9	مصباح اللغات	مولوی عبدالحفیظ بلیاوی	ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی، لاہور
10	غیاث اللغات	غیاث الدین	رزاق پریس، کان پور
11	لغاتِ فارسی	....	پبلشر لالہ رام نرائن لال بنی مادھو، الہ آباد
12	نور اللغات	مولوی نور الحسن نیّر کاکوروی	قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی